مکتب تعاونی برائے دعوت وارشاد سلی - ریاض

آیۃ الکرسی

اور دلائل توحید

تالیف د/عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر

☏: ۲۴۱۰۶۱۵-۲۴۱۳۴۸۸/۰۱ فیکس: ۲۴۱۱۷۳۳/۰۱

آیۃ الکرسی

اور دلائل توحید

ترجمہ

عبدالکریم عبدالسلام المدنی

مراجعہ

زبیر احمد اسد اللہ

فاضل جامعہ ملک سعود

نظر ثانی

عبدالحکیم عبدالسلام المدنی

طبع ونشر:

مکتب تعاونی برائے دعوت وارشاد سلی، ریاض

ٹیلیفون:۲۴۱۰۶۱۵ ۲۴۱۴۴۸۸/۰۱ فیکس:۲۴۱۱۷۳۳/۰۱

ⓒ المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد بالسلي ، ١٤٣٣ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

عبدالمحسن ، عبدالرزاق

آية الكرسي وبراهين التوحيد باللغة الأردية / عبدالرزاق عبدالمحسن ؛ عبدالكريم عبدالسلام المدني - الرياض ، ١٤٣٣ هـ

٩٤ ص ؛ ١٤ × ٢١ سم

ردمك: ٤-٣٤-٨٠٤٨-٦٠٣-٩٧٨

١- القرآن - السور والآيات ٢- فضائل القرآن

أ- المدني ، عبدالكريم عبدالسلام (مترجم) ب- العنوان

ديوي ٢٢٩،٢ ١٤٣٣/٢٠٨١

رقم الايداع: ١٤٣٣/٢٠٨١

ردمك: ٤-٣٤-٨٠٤٨-٦٠٣-٩٧٨

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَی الظَّالِمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْمَبْعُوْثِ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ، وَعَلَی آلِہِ وَأَصْحَابِہِ أَجْمَعِیْنَ، وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَی یَوْمِ الدِّیْنِ. وَبَعْدُ:

قرآن کریم اللہ عزوجل کی آخری کتاب ہے، اس کتاب میں اللہ تعالی نے ساری چیزوں کو واضح طور پر بیان کردیا ہے، خواہ وہ چیزیں عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے، گزشتہ قوموں کے واقعات سے تعلق رکھتی ہوں یا مستقبل وحاضر کے حالات سے، خصوصا توحید کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں توحید کے مسائل پر زیادہ توجہ دی گئی ہے، اس میں توحید کے دلائل وبراہین کی بھرمار ہے، متنوع انداز، مختلف پیرایۂ بیان اور نوع بنوع مثالوں کے ذریعہ توحید کی عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں یوں تو جا بجا توحید کے دلائل ومسائل بیان کئے گئے ہیں لیکن آیۃ الکرسی میں اللہ تعالی کے اسماء حسنی کے ساتھ اس کی وحدانیت، ربوبیت، الوہیت اور اس کی طاقت وقدرت، کا بیان اچھوتے اور منفرد انداز میں کیا گیا ہے اور اس آیت کی تفسیر اور اس میں موجود کلمات کی توضیح اگر کوئی ماہر اور فن عقیدہ کا شہسوار کرے تو بات ہی کچھ اور ہے۔

زیر نظر کتاب: (آیۃ الکرسی اور دلائل توحید) جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں عقیدہ کالج کے ماہر استاذ ڈاکٹر عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر کی تصنیف ہے، آپ ماشاء اللہ کامیاب مدرس، بہترین خطیب اور عمدہ قلمکار ہیں، آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔

ایک دن میں مکتب دعوت وارشاد سُلی میں اپنے روزمرہ کے کام میں مشغول تھا کہ اچانک میری نظر موصوف کی کتاب: (آیۃ الکرسی اور دلائل توحید) پر پڑی ،فوراً کتاب کے مشمولات پر میں نے نگاہ دوڑائی، مجھے یہ کتاب بہت ہی عمدہ اور اپنے موضوع میں منفرد لگی، میں نے اسی وقت اس کتاب کو اردو قالب میں ڈھالنے کا ارادہ کرلیا، شام ہوئی تو میں نے یہ کتاب مکتب دعوت وارشاد سلی میں وافدین کے منیجر ابو ماجد فہد المسند حفظہ اللہ کے سامنے رکھی اور ترجمہ کرنے کی اجازت طلب کی، محترم منیجر نے کتاب کی افادیت کے پیش نظر فوراً اجازت دے دی اور یہ کہا کہ مؤلف محترم سے ترجمہ کی اجازت طلب کرلو، چنانچہ مکتب ہذا میں موجود سری لنکی مترجم وداعیہ شیخ محمد الہام کی وساطت سے ڈاکٹر عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر حفظہ اللہ سے کتاب کے ترجمہ کی اجازت طلب کی گئی اور موصوف محترم نے اجازت دے دی، اس کے بعد ترجمہ کا کام شروع کردیا گیا اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے ترجمہ اختتام کو پہنچا، اب کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، آپ اس کتاب کو خود

پڑھیں اور دوست واحباب کوبھی پڑھنے کی دعوت دیں ،اگراس کتاب کے مطالعہ سے کسی ایک شخص کے دل میں توحید کی عظمت بیٹھ گئی اور وہ قبر پرستی وغیرہ سے باز آ گیا تو کتاب کی محنت وصول ہو جائے گی ، کتاب کا ترجمہ رواں اور آسان رکھا گیا ہے تا کہ اس کا فائدہ ہر خاص وعام کو پہنچے ،اور کتاب کا مضمون اچھی طرح سمجھ میں آئے اس کے لئے میں نے اپنی طرف سے چھوٹے چھوٹے عناوین قائم کر دیئے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالی کتاب کے مؤلف ، مترجم ،مراجع اور ناشر کو بہتر بدلہ عنایت کرے اور بڑی ناسپاسی ہوگی اگر مکتب دعوت وارشاد سلی کا تذکرہ نہ کیا جائے ، یہ مکتب ریاض کے محلّہ سلی میں واقع ہے، ایک دہے سے زائد اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کر رہا ہے ، تقریبا چھ سالوں سے میں اس مکتب سے منسلک ہوکر درس وتدریس اور ترجمہ وتالیف کے فرائض انجام دے رہا ہوں ، مملکت سعودیہ عربیہ کے کونے کونے میں اس مکتب کو جانا جاتا ہے، ملک وبیرون ملک میں اس کی مطبوعات پڑھی جارہی ہیں ،دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اوراس مکتب کو دن دونی ،رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔آمین

عبدالکریم عبدالسلام المدنی

۲۳/محرم ۱۴۳۳ ہجری

تمام تعریفیں اس اللہ تعالی کے لئے ہیں جو عظیم، برتر و بزرگ ، رعب ودبدبہ اور عظمت و کبریائی والا ہے، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور وہ صفات کمال میں یگانہ ہے، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور درود وسلام نازل ہو آپ پر اور آپ کے آل واصحاب پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد: یہ مختصر رسالہ اور مختصر باتیں اللہ عزوجل کی عظیم ترین آیت (آیۃ الکرسی) اور اس میں پائی جانے والی عظیم اور واضح دلائل و براہین اور روشن حجتوں کی وضاحت کے لئے لکھی گئی ہیں جو اللہ عزوجل کے جلال وکمال اور عظمت وبلندی پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات کی غماز ہیں کہ اللہ عزوجل کے سوا نہ تو کوئی پالنہار ہے اور نہ ہی کوئی حقیقی معبود، ارشاد الہی ہے:

﴿اللّٰهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾[سورة البقرة:٢٥٥].

''اللہ تعالی ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آئے اور نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین وآسمان کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالی ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے''

آیۃ الکرسی کی فضیلت

اس بابرکت آیت کی شان نرالی اور اس کا مقام ومرتبہ اعلی وارفع ہے ، کیونکہ یہ باعتبار شان سب سے عظیم اور مقام ومرتبہ کے اعتبار سے بلند ترین قرآنی آیت ہے، قرآن کریم میں اس سے عظیم آیت ہے ہی نہیں جیسا کہ رسول مکرم ﷺ کی صحیح حدیث سے یہ چیز ثابت ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''يَـا أَبَـا الْـمُنْذِرِ! أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قَالَ:

قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ،قَالَ: يَا أَبَا الْمُنْذِرِ!أَتَدْرِي أَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قَالَ: قُلْتُ : ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ قَالَ: فَضَرَبَ فِي صَدْرِي، وَقَالَ: وَاللَّهِ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ أَبَا الْمُنْذِرِ“

اے ابوالمنذ ر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی کون سی عظیم ترین آیت تمہارے پاس ہے؟ کہتے ہیں میں نے عرض کیا:﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ﴾،ابوالمنذ ر کہتے ہیں: (یہ سن کر) آپ نے میرے سینے پر مارا (شاباشی دی)اور فرمایا: اے ابوالمنذ ر! تجھے علم مبارک ہو۔[صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل سورۃ الکھف وآیۃ الکرسی (۸۱۰)].

یعنی مبارک بادی کے مستحق ہو کہ اللہ تعالی نے تمہیں اس علم سے نواز، تمہارے لئے اسے آسان بنایا اور اس کے ذریعہ تم پر احسان کیا اور اس کی رفعت شان اور عظمت کی وجہ سے نبی مکرم ﷺ نے اللہ کی قسم کھائی۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فضیلت

ابی رضی اللہ عنہ کی فقاہت کے کیا کہنے کہ جب نبی مکرم ﷺ نے ان سے یہ سوال کیا تو وہ اس آیت کی تلاش وجستجو میں محو ہو گئے جس میں خصوصی طور پر اللہ کی توحید اور اس کی دلیلوں کا اثبات ہے، رب کی عظمت وکمالات اور اس بات کا

ذکر ہے کہ صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، یہ ان کے فقیہ کامل اور حسن فہم کی دلیل ہے کہ انہوں نے کوئی ایسی آیت ذکر نہ کی جس میں آداب حمیدہ، احکام فرعیہ، گزرے ہوئے واقعات اور قیامت کی ہولنا کی وغیرہ کا ذکر ہو، بلکہ آپ نے توحید کی ایسی آیت منتخب کی جس میں اللہ کی وحدانیت کا خالص بیان ہے اور آیت کو اسی کے لئے خاص بھی کیا گیا ہے۔

اور آپ کو یہاں پر غور وفکر کرنا چاہیئے تا کہ کمال فقہ کا ادراک کرسکیں، دیکھئے ابی رضی اللہ عنہ نے اس آیت (آیۃ الکرسی) کا انتخاب دس، بیس، سو، یا دو سو آیتوں کے درمیان نہیں کیا، بلکہ اس آیت کا انتخاب چھ ہزار سے زائد آیتوں کے مابین کیا، ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ رضی اللہ عنہ قراء کے سردار ہیں، آپ نے نبی مکرم ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں قرآن کو جمع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ ﷺ سے مبارک علم سیکھا اور آپ علم وعمل کے بحر بیکراں تھے۔

اور آپ کی منقبت کو وہ روایت بھی بیان کرتی ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ابی رضی اللہ عنہ سے کہا:

" إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ، قَالَ: آللَّهُ سَمَّانِي لَكَ؟ قَالَ: اللَّهُ سَمَّاكَ لِي، قَالَ : فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي "

"اللہ تعالی نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن سناؤں، ابی کہنے لگے: کیا اللہ تعالی نے میرا نام لے کر آپ سے کہا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اللہ تعالی نے تمہارا نام لے کر مجھ سے کہا ہے، راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر ابی (فرط مسرت سے) رونے لگے۔ [صحیح بخاری: (۴۹۵۹) صحیح مسلم: (۷۹۹)].

اور ابی کی کمال فقاہت کے ادراک کے لئے آپ کو اس بات میں بھی غور وفکر کرنا چاہئیے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سوال کا جواب ایک وسیع مدت مثلا ہفتہ یا مہینہ کے بعد نہیں دیا تھا کہ اس دوران آپ کو آیتوں کے مراجعہ اور اس کی دلالتوں میں غور وتدبر کا موقع ملے، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے سوال کرنے کے بعد ہی فورا جواب دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو منتخب کیا۔

اس آیت کریمہ میں توحید کی تینوں قسموں کے متعلق مختصر درس، مفید تقریر، اور نفع بخش بیان ہے اور توحید کے اثبات اور اس کی وضاحت کے متعلق اس کے علاوہ کوئی اور آیت نہیں ہے، ہاں متعدد آیتوں میں توحید کے اقسام الگ الگ طور پر بیان کئے گئے ہیں۔

یہ آیت کریمہ توحید ربوبیت، توحید الوہیت توحید اسماء وصفات، اس کے احاطۂ علم اور اس کی وسیع بادشاہت، عزت وجلال، عظمت وکبریائی اور تمام مخلوق پر اس کی برتری کو شامل ہے، تنہا یہ آیت کریمہ اللہ تعالی کے اسماء وصفات کے بارے میں ایسے عقیدہ کی حیثیت رکھتی ہے جو تمام پیارے پیارے ناموں اور بلند وبالا صفات کو شامل ہے۔[تفسیر سعدی (۱۱۰)].

جی ہاں اس آیت کے اختیار کرنے میں ابی رضی اللہ عنہ کی نگاہ عمیق اور دقیق تھی اور یہ صحابہ کے دلوں میں شان توحید کی عظمت پر دلیل ہے، اور اس کی نظیر بخاری کی وہ روایت ہے جسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے، آپ فرماتی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ایک سریہ(۱) میں ایک شخص کو امیر بنایا جو انہیں نماز پڑھاتا تھا اور اپنی قرأت ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کے ذریعہ ختم کرتا تھا، جب لوگ واپس لوٹے تو انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا: اس سے ایسا کرنے کی وجہ دریافت کرو، لوگوں نے جب اس سے دریافت

(۱) سریہ: جس لڑائی میں آپ ﷺ نے کسی غیر کو امیر بنا کر ارسال کیا اسے سریہ کہا جاتا ہے اور جس میں بنفس نفیس شرکت کی ہو اسے غزوہ کہتے ہیں۔ از مترجم

کیا تو کہنے لگا کہ اس میں رحمٰن کی صفت بیان کی گئی ہے بایں وجہ مجھے اس کا پڑھنا بہت محبوب ہے، نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اسے خبر دے دو کہ اللہ تعالی اس سے محبت کرتا ہے۔[صحیح بخاری کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ (۷۳۷۵)].

صحابی کا یہ کہنا کہ وہ بار بار ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کی تلاوت اور اس پر مداومت اس لئے برت رہا ہے کیونکہ یہ سورت رحمٰن کی صفت پر مشتمل ہے، یقیناً یہ صحابہ کے کمال فقاہت، نیز اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کے دلوں میں توحید کی عظمت رچی بسی تھی۔

شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ جن آیتوں میں اللہ کی صفات کا تذکرہ ہے ان کی تلاوت مستحب ہے، اللہ تعالی اسے پسند کرتا ہے اور اسے بھی پسند کرتا ہے جو اسے محبوب رکھے۔[الفتاوی الکبری (۵/۷)].

اور جب توحید کا مقام سب سے بلند و بالا ہے تو توحید پر مشتمل آیتیں اور سورتیں بھی افضل ترین آیات اور سورتوں میں شمار کی جائیں گی، اور قرآن کریم کی آیتیں اور اس کی سورتیں ایک دوسری آیتوں اور سورتوں پر باعتبار الفاظ اور معانی فضیلت رکھتی ہیں نہ کہ متکلم کے اعتبار سے۔

اللہ کے کلام میں تفاضل کا مطلب

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات معروف ہے کہ اللہ کے کلام میں تفاضل کا پایا جانا خواہ قرآن ہو یا غیر قرآن متکلم کی طرف نسبت کرنے کے اعتبار سے نہیں ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی ایک ہے، لیکن معنی اور مفہوم کے اعتبار سے جس کا وہ تکلم کررہا ہے یا اس کے ان الفاظ کے اعتبار سے جو اس کے معانی کو بیان کررہے ہیں ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے، اور نبی مکرم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے سورتوں میں سورۂ فاتحہ کو فضیلت دی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّهُ لَمْ يَنْزِلْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الإِنْجِيلِ وَلَا فِي الْقُرْآنِ مِثْلُهَا"
اللہ تعالی نے تورات وانجیل اور نہ ہی قرآن میں اس جیسی (کوئی دوسری) سورت نازل کی ہے۔[ترمذی(۲۸۷۵)].

اور آیتوں میں آیۃ الکرسی کو فضیلت دی گئی ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی کتاب میں کون سی آیت تمہارے پاس سب سے عظیم ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾

اور قرآن کریم میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جو آیۃ الکرسی کے مضمون کو پا سکے، ہاں اللہ تعالی نے سورۂ حدید کی ابتدا اور سورۂ حشر کی آخری متعدد آیتوں میں بیان کیا ہے، کسی ایک آیت میں اس طرح کا مضمون بیان نہیں ہوا ہے۔

اور ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا وہ کلام جس میں اس نے اپنی تعریف بیان کی ہے اور اپنی صفات اور توحید کا تذکرہ کیا ہے وہ اس کلام سے افضل ہے جس میں اس کے دشمنوں کی مذمت کی گئی ہو اور ان کی صفات کا تذکرہ کیا گیا ہو، یہی وجہ ہے کہ سورۂ اخلاص سورۂ تبت سے افضل ہے، اور یہ سورت (سورۂ اخلاص) ثلث قرآن کا درجہ رکھتی ہے اور آیۃ الکرسی قرآن کی عظیم ترین آیت ہے۔

کن اوقات میں آیۃ الکرسی پڑھی جائے

آیۃ الکرسی کے عظیم المرتبت ہونے کی وجہ سے سنت نبویہ میں کثرت سے اس کی تلاوت پر ابھارا گیا ہے، اور اسے روزانہ کے اذکار میں شامل کر دیا گیا ہے تا کہ مسلمان اس کی پابندی کرے اور روزانہ متعدد بار اس کا ورد کرے۔

۱۔ حدیث میں نمازوں کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا:

" مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلاَةٍ مَّكْتُوبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا أَن يَّمُوتَ "

جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی کی تلاوت کی اسے جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روک سکتی۔[عمل الیوم واللیلۃ (۱۰۰) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (۶۴۶۴) میں اسے صحیح قرار دیا ہے].

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے میرے شیخ ابو العباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں یہ اطلاع ملی ہے، اللہ ان کے روح کو پاکیزہ بنائے، انہوں نے کہا: " مَا تَرَكْتُهَا عَقِيبَ كُلِّ صَلاَةٍ "

میں نے کسی نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنا نہیں چھوڑا۔

۲۔سوتے وقت اسے پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور جو شخص بستر پر آتے وقت اسے پڑھے گا اللہ تعالی کی طرف سے ایک (فرشتہ) اس کی حفاظت کرے گا، اور صبح تک کوئی شیطان اس کے قریب نہیں پھٹک سکے گا، صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے زکوۃ رمضان کی حفاظت پر مقرر فرمایا: (رات میں) ایک شخص اچانک میرے پاس آیا اور غلہ میں سے لپ بھر بھر کر اٹھانے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا اللہ کی قسم! میں

تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے چلوں گا، اس نے کہا اللہ کی قسم! میں بہت محتاج ہوں، میرے بال بچے ہیں اور میں سخت ضرورت مند ہوں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا، صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا اے ابو ہریرہ! گزشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا تھا؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کا رونا رویا، اس لئے مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا کہ وہ تم سے جھوٹ بول کر گیا ہے ابھی وہ پھر آئے گا، رسول کریم ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے مجھ کو یقین تھا کہ وہ پھر ضرور آئے گا اس لئے میں اس کی تاک میں لگا رہا، اور جب وہ دوسری رات آکر پھر غلہ اٹھانے لگا تو میں نے اسے پھر پکڑا، اور کہا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کروں گا لیکن اب بھی اس کی وہی التجا تھی کہ مجھے چھوڑ دے، میں محتاج ہوں، بال بچوں کا بوجھ میرے سر پر ہے، اب میں کبھی نہیں آؤں گا، مجھے رحم آگیا اور میں نے اسے پھر چھوڑ دیا، صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اس نے پھر وہی سخت ضرورت اور بال بچوں کا رونا رویا جس پر مجھے رحم آگیا اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا ہے، آپ ﷺ نے اس مرتبہ بھی یہی فرمایا کہ وہ

جھوٹ بول کر گیا ہے اور وہ پھر آئے گا، تیسری مرتبہ پھر میں اس کے انتظار میں تھا کہ اس نے پھر تیسری رات آ کر غلہ اٹھانا شروع کیا، تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچانا اب ضروری ہو گیا ہے، یہ تیسرا موقع ہے، ہر مرتبہ تم یقین دلاتے رہے کہ پھر نہیں آؤ گے لیکن تم باز نہیں آئے، اس نے کہا کہ اس مرتبہ مجھے چھوڑ دے تو میں تمہیں ایسے چند کلمات سکھا دوں گا جس سے اللہ تعالی تمہیں فائدہ پہنچائے گا، میں نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا جب تم اپنے بستر پر لیٹنے لگو تو آیۃ الکرسی ﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ پوری پڑھ لیا کرو، ایک نگراں فرشتہ اللہ تعالی کی طرف سے برابر تمہاری حفاظت کرتا رہے گا، اور صبح تک شیطان تمہارے پاس کبھی نہیں آ سکے گا، اس مرتبہ بھی میں نے اسے چھوڑ دیا، صبح ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ گزشتہ رات تمہارے قیدی نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے مجھے چند کلمات سکھائے اور یقین دلایا کہ اللہ تعالی مجھے اس سے فائدہ پہنچائے گا اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا، آپ نے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے بتایا تھا کہ جب بستر پر لیٹو تو آیۃ الکرسی پڑھ لو ﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ سے آخر ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ تک، اس نے مجھ سے

یہ بھی کہا کہ اللہ تعالی کی طرف سے تم پر (اس کے پڑھنے کی وجہ سے) ایک نگراں فرشتہ مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب بھی نہ آسکے گا، صحابہ خیر کو سب سے آگے بڑھ کر لینے والے تھے، نبی کریم ﷺ نے (ان کی یہ بات سن کر) فرمایا کہ اگر چہ وہ جھوٹا تھا لیکن تم سے یہ بات سچ کہہ گیا ہے، اے ابو ہریرہ! کیا تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ تین راتوں سے تمہارا معاملہ کس سے تھا؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔[صحیح بخاری (۲۳۱۱)].

۳۔ صبح وشام کے اذکار میں اسے پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس کھجور کا ایک کھلیان تھا، جو (روز بروز) کم ہو رہا تھا، پس ایک رات انہوں نے اس کی پہرہ داری کی تو انہوں نے ایک نوجوان لڑکے کے مشابہ ایک جاندار چیز دیکھی، اسے سلام کیا تو اس نے جواب دیا، ابی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تم کون ہو، جنات ہو یا انسان؟ کہنے لگا جنات ہوں، ابی نے کہا: اپنا ہاتھ مجھے دو اس نے جب اپنا ہاتھ دیا تو اس کا ہاتھ کتے کا ہاتھ اور اس کا بال کتے کا بال تھا، انہوں نے کہا: جنات کی تخلیق ایسے ہی ہوئی ہے؟ جنات بولا: جنوں کو یہ معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ طاقتور کوئی آدمی نہیں ہے، صحابی نے کہا: تو تمہیں کون سی چیز یہاں لے آئی؟ وہ بولا مجھے خبر ملی ہے کہ

آپ صدقہ دینا پسند کرتے ہیں، اس لئے ہم تمہارے کھانے میں سے اپنا حصہ لینے آئے ہیں، صحابی نے کہا: وہ کون سی چیز ہے جو تم سے ہمیں نجات دلائے گی؟ جن بولا سورۂ بقرہ کی یہ آیت: ﴿اللّٰہُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ جو شخص شام میں اسے پڑھے گا وہ صبح تک ہم سے محفوظ کر دیا جائے گا اور جو شخص صبح کے وقت اسے پڑھے گا وہ شام تک ہم سے محفوظ کر دیا جائے گا، جب صبح ہوئی تو وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اس قصہ کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: خبیث نے سچ کہا۔[سنن نسائی (۱۰۷۳۱) المعجم الکبیر لطبرانی (۵۴۱)].

یہ اور اس سے پہلے والی حدیث، بندے کی حفاظت، شیطان کو بھگانے اور ان کے مکر و شر سے بچانے کے متعلق اس آیت کی قوت تاثیر پر دلالت کرتی ہیں، اور اس آیت کی تلاوت سے شیطانی احوال کا خاتمہ ہوتا ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں متعدد مقامات پر اسے ثابت کیا ہے۔

آپ کتاب الفرقان میں فرماتے ہیں: جب تم یہاں صدق دل سے آیۃ الکرسی پڑھو گے تو توحید شیطان کو بھگا دے گا۔[الفرقان بین أولیاء الرحمٰن وأولیاء الشیطٰن (ص ۱۴۶)].

ایک اور مقام پر فرمایا: جب انسان سچے دل سے اس آیت کو شیطانی احوال کے وقت پڑھے گا تو یہ آیت شیطانی احوال کو باطل کر دے گی۔[الفرقان بین

أولیاء الرحمٰن وأولیاء الشیطٰن (ص۴۰)].

اور اپنی کتاب (توسل اور وسیلہ کے باب میں اہم قاعدہ) میں فرماتے ہیں: آیۃ الکرسی صدق دل سے پڑھے کیونکہ جب اسے پڑھے گا تو شیطان غائب ہوجائے گا یا زمین میں گڑ جائے گا یا وہ چھپ جائے گا۔[قاعدہ جلیلہ(ص۲۸)].

کب شیطان کی دال نہیں گلتی

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل اخلاص اور اہل ایمان پر شیطان غالب نہیں آسکتا، یہی وجہ ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ، آیۃ الکرسی، سورۂ بقرہ کی آخری آیات یا اس کے علاوہ دیگر قرآنی آیتیں پڑھی جاتی ہوں وہاں سے شیاطین بھاگ جاتے ہیں، اور کچھ جن ایسے ہوتے ہیں جو آسمان کی خبریں چرا کر کاہنوں وغیرہ کو بتلاتے ہیں، اور کہانت عرب میں بہت زیادہ پھیلی ہوئی تھی لیکن سرزمین عرب میں جب توحید کا بول بالا ہوا تو شیاطین بھاگ گئے اور کہانت باطل ہوگئی یا کم ہوگئی، لیکن جہاں پر توحید کا اثر کم ہوجاتا ہے شیاطین کا ظہور عام ہوجاتا ہے۔[النبوات (۱/۲۸۰)].

آگے فرماتے ہیں کہ جب اللہ اور اس کی توحید کا ذکر کیا جائے تو شیطانی چکر باطل یا کمزور پڑ جاتے ہیں، اور قرآن کریم خصوصاً آیۃ الکرسی پڑھی جائے

تو تمام شیطانی چالیں باطل ہو جاتی ہیں۔[النبوات (۱/۲۸۰)].

اور احادیث مبارکہ میں کثرت سے آیۃ الکرسی پڑھنے کی ترغیب اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان آیۃ الکرسی اور اور اس کے مشمولات یعنی اس توحید و تعظیم کا شدید حاجت مند ہے جس کے آگے باطل نہیں ٹک سکتا، بلکہ توحید اس کے (باطل کے) ارکان کو منہدم اس کی بنیاد کو متزلزل اور اس کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کر دیتا ہے، اس کی جڑ کاٹ دیتا ہے اور اس کی نشانیوں اور علامتوں کو مٹا دیتا ہے۔

کتنی بار آیۃ الکرسی پڑھی جائے

گزشتہ نصوص سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر مسلمان کے لئے روزانہ آٹھ مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھنا مستحب ہے، صبح و شام دو بار، سوتے وقت ایک بار اور پانچ مرتبہ فرض نمازوں کے بعد۔

اور اس تکرار کے ساتھ ساتھ اگر مسلمان کے لئے اس کے معانی و مدلولات اور مقاصد و غایات کا استحضار میسر ہو جائے تو اس کے دل میں توحید کی عظمت بڑھ جائے گی اور اس کے کڑے اس کے نفس میں اچھی طرح بیٹھ جائیں گے اور اس کا قلبی علاقہ مضبوط ہو جائے گا، اور یہ اس کڑے کو مضبوطی کے ساتھ

پکڑنے والا ہو جائے گا جو ٹوٹنے والا نہیں، جیسا کہ آیۃ الکرسی کے بعد والی آیت میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔

آیۃ الکرسی کے معانی میں غور وتدبر

آیۃ الکرسی کی فقط تلاوت مطلوب نہیں ہے کہ اس کے معانی اور دلالتوں پر غور وتدبر نہ کر کے صرف اسے پڑھا جائے، جب عموم قرآن کے متعلق اللہ عز وجل کا یہ فرمان ہے: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ﴾[سورة محمد(٢٤)].

کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے۔

تو قرآن کریم کی سب سے عظیم اور افضل آیت میں بدرجۂ اولی غور کیا جائے گا، کیونکہ غور وتدبر مفقود ہونے کی صورت میں اثر کمزور اور فائدہ کم ہو جاتا ہے، اور شیخ الاسلام کا قول گزر چکا ہے کہ (صدق دل سے اس کی تلاوت کی جائے) اور دوران گفتگو بار بار آپ نے اسے دہرایا ہے اس بات کی تنبیہ کرتے ہوئے کہ محض پڑھنے سے غرض وغایت حاصل نہیں ہو سکتی، ایک وہ شخص ہے جو غافل دل سے اسے پڑھے اور دوسرا وہ شخص جو اس کے عظیم معانی اور اللہ تعالی کی توحید وتعظیم کے مبارک دلالتوں پر غور کرتے ہوئے اسے پڑھے، دونوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے کیونکہ غور وتدبر کرنے والے کا دل توحید، ایمان

اور اللہ تعالی کی تعظیم سے پر ہو جائے گا۔

غور وتدبر کے ساتھ آیۃ الکرسی پڑھنے کے بہت سارے فوائد ہیں جن سے اکثر لوگ غافل ہیں اور وہ توحید اور اس کے ارکان کی یاددہانی ،اس کے اصولوں کا دل میں جاگزیں کرنا اور اس کی مساحت کو وسیع کرنا ہے، برخلاف اس شخص کے جو توحید اور اس کے مذاکرہ کو اہمیت نہیں دیتا، وہ سمجھتا ہے کہ چند منٹوں اور سکنڈوں میں توحید کا علم حاصل کیا جاسکتا ہے،اس کے لئے دائمی مذاکرہ اور غور وفکر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مشمولات آیۃ الکرسی

بیشک یہ آیت کریمہ دس جملوں پر مشتمل ہے، اس میں اللہ عزوجل کی توحید ،اس کی تعظیم وبزرگی اور کمال وجلال میں اس کی یکتائیت کا بیان ہے جو پڑھنے والے کی حفاظت وکفایت کو ثابت کرتے ہیں،اوراس میں اللہ تعالی کے پیارے پیارے ناموں میں سے پانچ نام موجود ہیں اوراس میں اللہ تعالی کی بیس سے زائد صفات پائی جاتی ہیں، اس سورت کی ابتدااس بات سے کی گئی ہے کہ اللہ تعالی ہی تنہا عبادت کے لائق ہے ،اس کے علاوہ

کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا، پھر اللہ تعالی کی حیات کاملہ کا ذکر ہے جسے کبھی فنا نہیں، اور اللہ تعالی کی قیومیت کا تذکرہ ہے، قیومیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ بذات خود قائم ہے اور اپنی مخلوق کے امور کی تدبیر کرتاہے ،اور اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی صفات نقص مثلاً اونگھ اور نیند سے پاک ہے اور اس میں اللہ تعالی کی وسیع بادشاہت کا تذکرہ ہے اور آسمان وزمین والے سب اس کے بندے ہیں اور اس کی بادشاہت اور اس کا غلبہ سب پر ہے،اور اس کی عظمت کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش نہیں کرسکتا اور اس میں اللہ تعالی کے لئے صفت علم کوثابت کیا گیاہے اور اللہ سبحانہ وتعالی کا علم ہر معلوم کو محیط ہے، جوہوچکااورجو ہونے والا ہےسب کی وہ خبر رکھتا ہے اور جو نہیں ہوا اگر ہوتا تو کیسے ہوتا، اوراس کی عظیم مخلوقات کا تذکرہ کرکے اللہ سبحانہ وتعالی کی عظمت کا بیان ہے، جب کرسی جو اللہ کی ایک مخلوق ہے اس کا یہ عالم ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا

احاطہ کئے ہوئے ہے تو وہ عظیم خالق اورعظیم رب کیسا ہوگا، اور اس میں اللہ عزوجل کے کامل اقتدار کا بیان ہے، اور اس کی کمال قدرت کا یہ نتیجہ ہے کہ آسمان وزمین کی حفاظت اسے بوجھل نہیں کرتی اور نہ ہی تھکاوٹ پیدا کرتی ہے، پھر آیت کریمہ کا اختتام اللہ عزوجل کے دو عظیم ناموں عَلِيّ (بلند) اور عَظِيْم (بڑا) کے ذریعہ کیا گیا اوراس میں ذات ،قدرت اور غلبہ کے اعتبار سے اللہ عزوجل کی بلندی کا اثبات ہے اور اس کی عظمت کا اثبات اس یقین کے ذریعہ کیا گیا ہے کہ ہر قسم کی عظمت وبزرگی اللہ تعالی ہی کے لئے ہے اور اس کے علاوہ کوئی بھی تعظیم وکبریائی اور عزت وبزرگی کا حق نہیں رکھتا۔

اس آیت کریمہ کے یہ اجمالی مشمولات ہیں، بیشک یہ آیت ایک عظیم آیت ہے اس میں عظیم معانی، گہرے دلالات اور ایسے ایمانی معارف پائے جاتے ہیں جو اللہ کی عظمت اور اس کی جلالت شان پر دلالت کرتے ہیں۔

آیۃ الکرسی کے متعلق ابن سعدی رحمہ اللہ کی تفسیر

علامہ عبدالرحمٰن بن سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ یہ آیت کریمہ قرآن کریم کی سب سے بڑی، افضل اور عظیم آیت ہے، کیونکہ یہ آیت بڑے بڑے امور اور عظیم صفات پر مشتمل ہے، یہی وجہ ہے کہ اسے پڑھنے اور صبح وشام، سوتے وقت اور فرض نمازوں کے بعد ورد کرنے کی ترغیب کے متعلق کثرت کے ساتھ حدیثیں وارد ہیں، اور اللہ تعالی نے اپنی معزز ذات کے بارے میں فرمایا: ﴿ لَا إِلَـهَ إِلَّا هُوَ ﴾ یعنی اس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، وہی حقیقی الہ ہے جس کے لئے ساری عبادتیں، فرمانبرداریاں اور الوہیت متعین ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ خود کامل واکمل ہے اور اس کی صفتیں کامل اور اس کے شایان شان ہیں اور اس لئے بھی کہ بندے کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ اپنے رب کا بندہ بنے، اس کے احکام کو بجالائے اور اس کے نواہی (منع کردہ چیزوں) سے باز آجائے، اور اللہ تعالی کے سوا جو چیزیں ہیں وہ سب باطل ہیں، لہذا غیر اللہ کی عبادت بھی باطل ہوگی کیونکہ اللہ کے سوا ہر چیز مخلوق اور ہر ناحیہ سے فقیر اور محتاج ہے، لہذا اسے ذرا بھی اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ اس کی عبادت کی جائے۔

اور اللہ تعالی کا قول: ﴿ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ﴾ یہ دونوں معزز نام مکمل طور سے

اللہ تعالی کے تمام اسماء حسنی پر دلالت کرتے ہیں، الْـحَـیُّ: اسے کہیں گے جس کے لئے ایسی کامل زندگی ہو جو تمام ذاتی صفات مثلاً سننا دیکھنا علم وقدرت وغیرہ کو مستلزم ہو اور الْـقَـیُّـومُ: اسے کہیں گے جو بذات خود قائم ہو اور غیروں کو قائم کرنے والا ہو اور یہ ان تمام افعال کو مستلزم ہے جن سے اللہ عزوجل متصف ہے، مثلاً استواء، نزول، کلام، پیدا کرنا، روزی دینا، مارنا، جلانا اور جملہ تدبیر وانتظام سے متعلق امور یہ سب کے سب باری تعالی کی قیومت میں داخل ہیں، اور اسی وجہ سے بعض محققین کا کہنا ہے کہ جب اللہ تعالی کو ان دونوں ناموں سے پکارا جائے تو وہ قبول کرتا ہے اور جب ان کے ذریعہ سوال کیا جائے تو عطا کرتا ہے اور اللہ تعالی کی کامل حیات اور اس کی قیومیت کی دلیل یہ بھی ہے کہ اسے نیند اور اونگھ نہیں آتی ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ﴾ سِنَةٌ کے معنی اونگھ کے ہیں۔

﴿لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ﴾ یعنی وہی مالک ہے اور اس کے سوا سب کے سب غلام ہیں، وہی خالق ورازق اور مدبر ہے اور اس کے سوا سب مخلوق ہیں، انہیں روزی دی جاتی ہے اور ان کی تدبیر کی جاتی ہے، وہ آسمان وزمین میں پائی جانے والی چیزوں کے ذرا بھی مالک نہیں ہیں نہ تو اپنے لئے اور نہ ہی غیر کے لئے، اسی لئے اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا

بِـإِذْنِـهِ ﴾ یعنی ایسا کوئی نہیں ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس شفاعت کرے، ساری شفاعت اللہ تعالی کے لئے ہے، لیکن اللہ تعالی جب اپنے بندوں میں سے کسی پر رحم وکرم کرنا چاہتا ہے تو اس کے متعلق شفاعت کی اجازت دے دیتا ہے، شفاعت کرنے والے کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ بغیر اس کی اجازت کے شفاعت کرے۔

آگے اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ﴾ یعنی گزشتہ امور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾ یعنی جو مستقبل میں انجام پانے والے ہیں، یعنی اللہ تعالی کا علم بالتفصیل ہر شی کو محیط ہے، خواہ وہ مقدم ہوں یا مؤخر، ظاہر ہوں یا باطن، غائب ہوں یا حاضر، اور بندوں کو نہ تو کسی چیز کا اختیار ہے اور نہ ہی انہیں ذرہ برابر کسی چیز کا علم ہے، مگر جتنا اللہ تعالی نے انہیں سکھا دیا ہے، بایں سبب فرمایا: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ﴾

اور یہ اللہ تعالی کی کمال عظمت اور اس کی وسیع بادشاہت پر دلیل ہے، جب کرسی کا یہ عالم ہے کہ وہ آسمان اور زمین کو محیط ہے جب کہ ان دونوں کی عظمت اور ان میں موجود چیزوں کی عظمت مسلم ہے، اور کرسی اللہ کی مخلوق میں سب سے بڑی

مخلوق بھی نہیں ہے، بلکہ اس سے بڑی مخلوق تو عرش ہے اور وہ جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جب ان مخلوقات کی عظمت کو دیکھ کر افکار متحیر، نگاہیں خیرہ، پہاڑ پست، بڑے بڑے سورما کمزور نظر آتے ہیں تو خالق اور ایجاد کرنے والے اور مخلوق میں رموز و حکم ودیعت کرنے والے کی عظمت کی کیا کیفیت ہوگی، یہی وہ ذات ہے جو بغیر کسی مشقت اور پریشانی کے آسمان وزمین کو زائل ہونے سے بچائے ہوئے ہے، اسی لئے ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلَا يَؤُودُهُ حِفْظُهُمَا ﴾ اسے آسمان وزمین کی حفاظت بوجھل نہیں کرتی ﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ ﴾ وہ عرش کے اوپر ہے، وہ اپنی تمام مخلوقات پر غلبہ پالینے اور اپنی کمال صفات اور کمال قدرت کی وجہ سے بلند ہے۔ ﴿ الْعَظِيمُ ﴾ وہ عظیم ہے، اس کی عظمت کے آگے بڑے بڑے سورماؤں کی کوئی اوقات نہیں، اس کی جلالت شان کے آگے غالب حکمرانوں کی شان کی کوئی حیثیت نہیں، پاک ہے وہ ذات جس کے لئے عظمت و کبریائی ہے اور جو ہر چیز پر غالب ہے۔

آیۃ الکرسی کے متعلق ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ آیت دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے، اس کے بعد آپ نے ان جملوں کی تفسیر و معانی بیان کرنا شروع

کیا ہے، اس کا اور دیگر تفسیری کتابوں کا مطالعہ بہتر ہوگا تا کہ اس مبارک آیت کے معانی اور اس کی بہتر دلالتوں کا علم ہو سکے۔

اور درج ذیل سطور میں اس مبارک آیت کی دلالتوں کے ضمن میں توحید کے دلائل اور اس کے عظیم شواہد کا بیان ہے، اور اثبات توحید اور اس کے شواہد سے متعلق قرآن کریم کی یہ سب سے عظیم آیت ہے۔

اس مبارک آیت کی شروعات ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والے کلمۂ توحید ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ سے کی اور یہ کلموں میں سب سے عظیم کلمہ ہے، اسی سے آسمان وزمین قائم ہیں، اسی کلمہ کے لئے ساری خلقت کو وجود میں لایا گیا اور اسی کے ساتھ اللہ تعالی نے رسولوں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل کیا، اسی وجہ سے ترازو رکھا گیا اور دفاتر بنائے گئے اور جنت اور جہنم کی مارکیٹ قائم ہوئی اور اسی وجہ سے لوگ مومن اور کافر (دو جماعتوں) میں بٹ گئے اور اسی پر قبلہ بنایا گیا اور مذہب کی بنیاد رکھی گئی اور یہ اللہ کا حق ہے جو سارے بندوں پر عائد ہے، یہی اسلام کا کلمہ ہے اور سلامتی والے گھر جنت کی کنجی ہے، پرہیز گاری کا کلمہ اور مضبوط کڑی ہے، یہی کلمۂ اخلاص اور حق کی شہادت ہے، حق کی دعوت اور شرک سے برأت ہے اور یہ نعمتوں میں سب سے عظیم نعمت اور احسانات اور عطیوں میں سب سے

عظیم عطیہ اور احسان ہے۔

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں: اللہ تعالی نے اپنے بندوں میں سے کسی بندے پر کوئی ایسا انعام نہیں کیا جو لا الہ الا اللہ کی معرفت سے بڑھ کر ہو۔[دیکھئے ابن رجب کی کلمۂ اخلاص (ص ۵۳)]۔

اور قیامت کے دن اگلوں اور پچھلوں سے اسی کلمہ کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور کسی بندے کا قدم اللہ تعالی کے سامنے سے اس وقت نہ ہٹ سکے گا جب تک کہ اس سے دو چیزوں کے بارے میں باز پرس نہ کر لی جائے:

۱۔ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟

۲۔ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟

تو پہلے سوال کا جواب کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں) کو علم و اقرار اور عمل کے اعتبار سے ثابت کرنا ہے۔

اور دوسرے کا جواب: علم و اقرار اور اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعہ محمد رسول اللہ ﷺ کی گواہی کو ثابت کرنا ہے۔

اس کلمہ کے فضائل اور دین میں اس کی حیثیت اس سے کہیں بڑھ کر ہے جتنا کہ بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں، بلکہ اس کے ایسے فضائل و خصوصیات ہیں جس کے بارے میں نہ کوئی سوچ سکتا ہے اور نہ

کسی کے دل میں ایسا خیال پھٹک سکتا ہے، لیکن مسلمان کے لئے مناسب ہے کہ وہ یہاں پر ایک عظیم بات اور اہم مقام کو جان لے جو اس کا لب لباب اور اس کی اساس ہے اور وہ اس کلمہ کا مدلول ہے جس کا معنی سمجھنا ضروری ہے اور اس کا ایسا معنی ہے جس کا ضبط کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ بالاتفاق یہ کلمہ سودمند نہ ہوگا جب تک کہ اس کے معانی کو جان کر اس کے تقاضے پر عمل نہ کرلیا جائے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾[سورة الزخرف(٨٦)].

جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، ہاں جو حق بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو۔

اور مفسرین کے بقول اس آیت کا مفہوم یہ ہے: مگر جو لا الہ الا اللہ کی گواہی دیں اور ان کے دل اس معنی کو جانیں جس کا تکلم ان کی زبانوں سے ہوتا ہے، کیونکہ شہادت اس بات کا متقاضی ہے کہ گواہ کو گواہی دی جانے والی چیز کا علم ہو، اس لئے کہ بغیر علم کے شہادت کا کوئی اعتبار نہیں، شہادت سچائی اور اس پر عمل کا متقاضی ہے، اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عمل اور صدق کے ساتھ ساتھ اس کلمہ

کے معانی کو جاننا ضروری ہے، کیونکہ بذریعہ علم بندہ نصاری کے طریقے سے نجات پائے گا جو بلا علم عمل کرتے ہیں اور عمل کے ذریعہ یہودیوں کے طریقے سے چھٹکارا حاصل کرے گا جو جانتے ہوئے عمل نہیں کرتے، اور بذریعہ سچائی بندہ ان منافقین کے طریقے سے نجات پائے گا جو ظاہر کچھ کرتے ہیں اور چھپاتے کچھ اور ہیں۔

تو اس طرح سے بندہ اللہ تعالی کے سیدھے راستے پر چلنے والوں میں سے ہو جائے گا جن پر اللہ تعالی نے انعام کیا ہے، نہ تو ان پر غضب نازل ہوا اور نہ ہی وہ گمراہ ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ صرف اسی شخص کو فائدہ پہنچائے گا جو اس کے مدلول کو نفی اور اثبات دونوں اعتبار سے جانتا ہو، اس کا اعتقاد رکھتا ہو اور اس پر عمل بھی کرتا ہو، جس نے اس کلمہ کا اقرار کیا اور بغیر اعتقاد کے ظاہری طور پر عمل کیا تو وہ منافق ہے، اور جس نے اقرار کیا اور اس کے خلاف شرک وغیرہ کا ارتکاب کیا تو وہ کافر ہے، اسی طرح سے جس نے اس کلمہ کا اقرار تو کیا لیکن وہ اس کلمہ کے بعض لوازمات اور حقوق کا انکار کر کے اسلام سے مرتد ہو گیا تو یقیناً یہ کلمہ اسے فائدہ نہ پہنچائے گا اگرچہ وہ اسے ہزار بار دہرائے، اسی طرح اس شخص کو بھی یہ کلمہ (لا الہ الا اللہ) کوئی نفع نہ پہنچائے گا جو عبادات مثلا دعا، ذبیحہ، نذر، فریاد، توکل، رجوع،

امید، ڈر اور محبت وغیرہ میں سے بعض کو غیر اللہ کے لئے روا رکھتا ہے، جو غیر اللہ کے شایان شان نہیں ہیں، ان میں سے کوئی بھی چیز غیر اللہ کے لئے روا رکھا تو رب ذوالجلال کے ساتھ شرک کیا اگر چہ وہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے کیونکہ اس نے اس کلمہ کے مقتضی توحید اور اخلاص جو اس عظیم کلمہ کے معنی اور مدلول ہیں اس پر عمل ہی نہیں کیا۔

لا الہ اللہ کا معنی ہے: الہ واحد کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور وہ اللہ تعالی ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اور لغت میں الہ کے معنی معبود کے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، یعنی اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

﴿وَمَا أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيۡهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدُونِ﴾ [سورة الأنبياء(٢٥)].

تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِي كُلِّ أُمَّةٖ رَّسُولًا أَنِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱجۡتَنِبُواْ ٱلطَّٰغُوتَ﴾[سورة النحل (٣٦)].

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ الہ کے معنی معبود کے ہیں اور لا الہ الا اللہ کے معنی ہیں: تنہا اللہ تعالی کے لئے عبادت خاص کرنا اور غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کرنا، اسی لئے نبی ﷺ نے کفار قریش سے کہا تھا: لا الہ الا اللہ کہو، تو ان لوگوں نے کہا:

﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهاً وَاحِداً إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ سورة ص(٥)].

کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔

اور ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا: لا الہ الا اللہ کہو تو انہوں نے جواب دیا:

﴿أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا﴾[سورة الأعراف(٧٠)].

انہوں نے کہا کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ہم صرف اللہ

ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ان کو چھوڑ دیں۔

قوم ہود نے یہ بات اس وقت کہی جب ہود علیہ السلام نے لا الہ الا اللہ کی دعوت دی تھی، کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ اس سے مراد اللہ کے علاوہ سے الوہیت کی نفی ہے اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لئے الوہیت کا اثبات ہے، اور لا الہ الا اللہ نفی اور اثبات دونوں پر مشتمل ہے اور اس میں اللہ کے سوا ہر ایک کے معبود ہونے کی نفی ہے، لہذا اللہ کے سوا فرشتے اور انبیاء وغیرہ معبود نہیں ہیں اور نہ انہیں اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ ان کی عبادت کی جائے اور تنہا اللہ تعالی کے لئے الوہیت کو ثابت کیا، یعنی بندہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کا قصد نہیں کرتا خواہ وہ عبادت کی کوئی بھی قسم مثلا دعا، ذبح اور نذر وغیرہ ہو۔

لا الہ الا اللہ کا معنی

قرآن کریم میں ایسے بہت سارے نصوص موجود ہیں جو کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ کے معانی کو بیان کرتے ہیں اور اس کی مراد کو واضح کرتے ہیں اور اسی سے متعلق اللہ تعالی کا یہ قول ہے:

﴿وَإِلَـهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾[سورة البقرة (١٦٣)].

تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ

بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اور اللہ تعالی کا یہ قول:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾[سورة البينة(٥)].

انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔

اور اللہ تعالی کا یہ قول:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ☆ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ☆ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾[سورة الزخرف(٢٦-٢٨)].

اور جب کہ ابراہیم نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے کہا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو بجز اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے ہدایت بھی کرے گا، اور اسی کو اپنی اولاد میں بھی باقی رہنے والی بات قائم کر گئے تا کہ لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں۔

اور اللہ تعالی نے سورۂ یس کے مومن کی حکایت بیان کرتے ہوئے کہا:

﴿وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ☆أَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ

آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئاً وَلَا يُنقِذُونِ ☆ إِنِّي إِذاً لَّفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾[سورة يس(٢٢-٢٤)].

اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بناؤں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں، پھر تو میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں۔

ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلْ إِنِّی أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصاً لَّهُ الدِّينَ☆ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ☆قُلْ إِنِي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ☆ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصاً لَّهُ دِينِي﴾[سورة الزمر(١١-١٤)].

آپ کہہ دیجیے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کی اس طرح عبادت کروں کہ اسی کے لئے عبادت کو خالص کرلوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمانبردار بن جاؤں، کہہ دیجیے کہ مجھے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا خوف لگتا ہے، کہہ دیجیے کہ میں تو خالص کرکے صرف اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں۔

اور اللہ تعالی آل فرعون کے مومن شخص کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَيَا قَوْمِ مَا لِيْ أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ تَدْعُونَنِيْ لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأُشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِيْ بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ☆لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِيْ الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ﴾[سورة غافر(٤١-٤٣)].

اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو، تم مجھے یہ دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ شرک کروں جس کا کوئی علم مجھے نہیں اور میں تمہیں غالب بخشنے والے کی طرف دعوت دے رہا ہوں، یہ یقینی امر ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلا رہے ہو وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے نہ آخرت میں، اور یہ کہ ہم سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے اور حد سے گزر جانے والے ہی اہل دوزخ ہیں۔

اور اس معنی کی بہت ساری آیتیں ہیں جو یہ بیان کرتی ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا معنی غیر اللہ کی عبادت سے براءت کا اظہار اور عبادت کو تنہا اللہ تعالی کے لئے

خالص کرنا ہے۔ یہی حق اور سچا دین ہے جسے دے کر اللہ تعالی نے اپنے رسول کو بھیجا اور اسے اپنی کتابوں میں نازل کیا، اور انسان کا لا الہ الا اللہ کا تلفظ اس کے معنی کا ادراک اور اس کے مقتضی پر عمل کئے بغیر کرنا، یا غیر اللہ کے لئے دعا، خوف، ذبح اور نذر وغیرہ عبادت کی کوئی بھی قسم روا رکھنا بندے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا کیونکہ ایسی صورت میں حقیقی طور پر وہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں میں سے نہیں ہے اور نہ ہی (اس کا ظاہری طور پر لا الہ الا اللہ کہنا) قیامت کے دن اسے اللہ کے عذاب سے بچائے گا۔

لا الہ الا اللہ ایسا اسم نہیں ہے جس کا کوئی معنی نہ ہو یا یہ بلا حقیقت قول محض ہو، یا ایسا لفظ ہو جس کا کوئی مضمون نہ ہو، جیسا کہ بعض گمان کرنے والے ایسا گمان کرتے ہیں جن کا یہ اعتقاد ہے کہ اصل توحید کی بجا آوری اس کلمہ (لا الہ الا اللہ) کا تلفظ دل میں کسی معنی کا ادراک یا کسی اصول و بنیاد کو قائم کئے بغیر کرنا ہے جب کہ اس عظیم کلمہ کی قطعاً یہ شان نہیں ہے، بلکہ یہ عظیم معنی کا نام ہے اور یہ ایسا قول ہے جس کا معنی تمام معانی میں سب سے اہم ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت سے براءت کا اظہار کیا جائے اور خضوع، عاجزی، امید، رغبت، توکل، انابت، طلب اور دعا کے ذریعہ اللہ وحدہ

لاشریک لہ کی جانب متوجہ ہوا جائے، حقیقی طور پر لا الہ الا اللہ کا قائل اللہ کے سوا کسی سے سوال کرتا ہے نہ فریاد، اور وہ صرف اللہ تعالی ہی پر بھروسہ کرتا ہے، غیر اللہ سے امید نہیں لگاتا اور وہ اللہ کے علاوہ کے لئے جانور قربان کرتا ہے اور نہ ان کے لئے کوئی عبادت روا رکھتا ہے، اور اللہ کے سوا جس کی بھی عبادت کی جا رہی ہے اس سے انکار اور اللہ تعالی سے غیر اللہ کی براءت کا اظہار کرتا ہے۔

آیۃ الکرسی میں توحید کے (۱۲) روشن دلائل

آیۃ الکرسی میں توحید کے روشن براہین اور واضح دلائل ذکر کئے گئے ہیں اور یہ کہ عبادت کا مستحق صرف اور صرف وہ اللہ ہے جو اکیلا اور غلبہ والا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اور ان دلائل و براہین کا ذکر ترتیب و تنسیق کے ساتھ یکے بعد دیگرے کیا گیا ہے، ایک دلیل کے بعد دوسری دلیل اور ایک حجت کے بعد دوسری حجت، یہاں تک کہ توحید کے دلائل کا اختتام پروئی ہوئی لڑیوں کی شکل میں ہوا۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ ان دلائل کو بیان کیا بیان کیا جا رہا ہے۔

پہلی دلیل: ﴿الْحَيُّ﴾ (زندہ)

تنہا اللہ تعالی ہی عبادت کا مستحق ہے اس کے وجوب پر یہ کلمہ واضح دلیل ہے، اللہ سبحانہ وتعالی صفت حیات سے متصف ہے، وہ زندہ ہے، اسے موت نہیں

آئے گی اور یہ ایسی کامل زندگی ہے جس سے پہلے عدم ہے اور نہ ہی اسے زوال اور فنا لاحق ہوگی اور نہ اس میں کسی قسم کے نقص اور عیب کی گنجائش ہے، ہمارا پروردگار معزز اور مقدس ہے، اور یہ ایسی زندگی ہے جو اللہ سبحانہ وتعالی کے کمال صفت کو مستلزم ہے، اور یہی چیز اسے اس بات کا مستحق بناتی ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس کے لئے رکوع اور سجدے کئے جائیں، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾[سورة الفرقان(٥٨)].

اس ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ تعالی پر توکل کریں جسے کبھی موت نہیں۔

اور وہ زندہ ہستی جسے مرنا ہے، یا وہ مردہ شی جو زندہ نہیں ہے، یا وہ جمادات جن میں اصلا زندگی ہی نہیں ہے، یہ ذرا بھی عبادت کا حق نہیں رکھتے، کیونکہ عبادت اس ذات کا حق ہے جسے موت نہیں آئے گی۔

دوسری دلیل: ﴿الْقَيُّومُ﴾ (قائم کرنے والا)

یعنی وہ ہستی جو بذات خود قائم اور مخلوق کو قائم کرنے والی ہے، اسی اسم کی طرف تمام صفات افعال لوٹتے ہیں، اور یہ اللہ عزوجل کی کمال بے نیازی کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے، اللہ تعالی بذات خود قائم ہے اور اپنی مخلوق سے بے نیاز ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾[سورة فاطر(١٥)].

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔

اور حدیث قدسی میں ہے: کہ (اے میرے بندو!) تم میرے نفع کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نفع پہنچاؤ اور نہ تم میرے نقصان کو پہنچ سکتے ہو کہ مجھے نقصان پہنچاؤ (یعنی اگر بندہ فرمانبرداری کرے تو اس میں اللہ تعالی کا کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ اسی کا فائدہ ہے، اسی طرح اگر وہ اللہ تعالی کی نافرمانی کرے تو اس میں اللہ تعالی کا کوئی نقصان نہیں ہے، بلکہ اسی کا نقصان ہے) خلاصہ یہ ہے کہ مخلوق اللہ تعالی کو نفع ونقصان پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔

اور اللہ تعالی کا اپنی مخلوق سے بے نیازی یہ ذاتی بے نیازی ہے، وہ کسی بھی چیز میں بندے کا محتاج نہیں ہے، بلکہ ہر طرح سے وہ بندوں سے بے نیاز ہے۔

نیز یہ اسم (الْقَيُّومُ) اللہ تعالی کی قدرت اور مخلوق کی تدبیر پر دلالت کرتا ہے، اللہ تعالی اپنی قدرت سے مخلوق کو قائم کئے ہوئے ہے اور ساری مخلوقات اس کی محتاج ہے، پلک جھپکنے کے برابر بھی رب ذوالجلال سے چارۂ کار نہیں ہے، اور

عرش وکرسی، آسمان وزمین، پہاڑ اور درخت، انسان اور حیوان سب کے سب اللہ کے محتاج ہیں، ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ﴾[سورة الرعد(٣٣)].

آیا وہ اللہ جو ہر شخص کی نگہبانی کرنے والا ہے اس کے کئے ہوئے اعمال پر ان لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں، کہہ دیجیے ذرا ان کے نام تو لو۔

اور ایک مقام پر یوں فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيماً غَفُوراً﴾[سورة فاطر(٤١)].

یقینی بات ہے کہ اللہ تعالی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا، وہ حلیم وغفور ہے۔

ایک اور جگہ فرمان باری تعالی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾[سورة فاطر(١٥)].

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔

اور سورۂ روم میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَن تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنتُمْ تَخْرُجُونَ﴾[سورة الروم(٢٥)].

اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان وزمین اسی کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں آواز دے گا صرف ایک بار کی آواز کے ساتھ ہی تم زمین سے نکل آؤ گے۔

اور اس معنی کی بہت ساری آیتیں ہیں، تو اللہ تعالی ہی تمام مخلوقات میں تصرف کرنے والا اور ساری کائنات کی تدبیر کرنے والا ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ تعالی کی تمام فعلی صفات مثلا: پیدائش، روزی، انعام، زندہ کرنا، مارنا وغیرہ سب اس اسم کی طرف لوٹتے ہیں، کیونکہ اس اسم کی دلالت میں سے ہے کہ وہ پیدائش، روزی، زندگی، موت اور تدبیر کے اعتبار سے اپنی مخلوق کو قائم کرنے والا ہے، اسی طرح اس کی ذاتی صفات مثلا: سننا، دیکھنا، ہاتھ اور علم وغیرہ اس کے نام (الحَيُّ) کی طرف لوٹتی ہیں، گویا تمام اسماءِ حسنی انہیں دونوں ناموں کی طرف لوٹتے ہیں، اور بعض اہل علم کا کہنا ہے

کہ یہ دونوں اللہ تعالی کے اسم اعظم ہیں جب بھی اس کے ذریعہ دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے اور جب دست سوال دراز کیا جائے تو عطا کرتا ہے اور ان دونوں ناموں کی عظمت شان کی وجہ سے انہیں توحید کے دلائل اور اس کے براہین میں ذکر کیا گیا ہے۔

یعنی وہ ذات جس کی یہ شان ہو کہ وہ زندہ ہو، اسے موت نہ آئے، وہ قائم کرنے والا ہو، مخلوق کی تدبیر کرتا ہو، اسے کوئی چیز عاجز نہ کر سکے اور اس کے حکم کے بغیر کوئی چیز قائم نہ ہو، تو وہی اس بات کا مستحق ہے کہ صرف اور صرف اسی کی عبادت کی جائے، اور اس کے علاوہ کی عبادت باطل ہے، کیونکہ اس کے سوا جو چیزیں ہوں گی یا تو وہ جمادات کے قبیل سے ہوں گی جس کے اندر زندگی مفقود ہوتی ہے، یا وہ اس زندہ کے قبیل سے ہوگی جسے موت آچکی ہے یا آنی ہے اور اس کائنات میں کسی بھی مخلوق کو تدبیر اور تصرف کا کوئی اختیار نہیں ہے کیونکہ ملک اور تصرف اس اللہ کے لئے ہے جو اکیلا اور غالب ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ☆ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴾[سورة فاطر(١٣-١٤)].

جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریادرسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، آپ کو کوئی بھی حق تعالی جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴾[سورة الإسراء(٥٦)].

کہہ دیجیے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔

ایک اور جگہ پر فرمایا:

﴿ وَاتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئاً وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرّاً وَلَا نَفْعاً وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتاً وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا ﴾[سورة الفرقان(٣)].

ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو

پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، یہ تو اپنی جان کے نقصان و نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت و حیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔تو ان عاجز و درماندہ چیزوں کی عبادت کس طرح حلال ہوسکتی ہے۔

تیسری دلیل: ﴿لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾

سِنَةٌ: نیند کی ابتدا کا نام ہے جسے اونگھ کہتے ہیں اور (نَوْمٌ) نیند کو تو سب جانتے ہیں اور اللہ عزوجل کمال زندگی اور کمال قیومیت کی بنیاد پر ان دونوں چیزوں سے پاک ہے،اور انسان اور اس کے علاوہ مخلوقات یہ زندہ تو ہیں لیکن انہیں مرنا ہے، انہیں آرام کی ضرورت ہے، کیونکہ یہ تھکتے اور پریشان ہوتے ہیں اور نیند تھکاوٹ کی وجہ سے آتی ہے،اور انسان جب تھکا ہو اور وہ سو جائے تو سونے کی وجہ سے اسے راحت اور سکون ملتا ہے،یعنی کمزوری، نقص اور ضروت کی وجہ سے اس کا سونا لازمی ہے، یہ سوتا ہے، تھک جاتا ہے پریشان ہوتا اور بیمار پڑ جاتا ہے،لہذا جس کی یہ شان ہو اس کی کس طرح عبادت کی جاسکتی ہے؟اور کس طرح اس کی عبادت روا ہوسکتی ہے؟

☆☆☆

نفع بخش قاعدہ

مفید قواعد میں سے یہاں یہ ہے کہ قرآن کریم میں موجود ہر نفی اللہ عزوجل کے لئے ان صفات کے کمال ثبوت کو متضمن ہے جو منفی صفات کی ضد ہیں، تو یہاں پر اللہ تعالی سے اونگھ اور نیند کی نفی اس کے کمال حیات، اس کی قیومیت اور اس کی قوت وقدرت کی وجہ سے کی گئی ہے اور یہ ساری چیزیں توحید الہی کے وجوب اور فقط اسی کے لئے عبادت کے استحقاق کے دلائل میں سے ہیں۔

اور حدیث میں ہے:

"إِنَّ اللَّهَ لَايَنَامُ وَلَا يَنبَغِي لَهُ أَن يَّنَامَ ، يَخفِضُ الْقِسطَ وَيَرْفَعُهُ ، يُرفَعُ إِلَيهِ عَمَلُ اللَّيلِ قَبلَ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبلَ اللَّيلِ، حِجَابُهُ النُّورُ لَو كَشَفَهُ لَأَحرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجهِهِ مَاانتَهَى إِلَيهِ بَصَرُهُ مِنْ خَلْقِهِ"

اللہ تعالی سوتا نہیں اور سونا اس کے لئے مناسب بھی نہیں ہے، وہ ترازو کو پست کرتا ہے اور بلند کرتا ہے، (بندوں کے ان اعمال کو وزن کرتا ہے جو اس کی طرف پہنچائے جاتے ہیں اسی طرح ان ارزاق کو بھی وزن کرتا ہے جو بندے کے لئے زمین میں اتاری جاتی ہیں) رات کے اعمال دن سے قبل اس کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات سے پہلے، اس کا پردہ نور ہے، اگر وہ

کھول دے تو اس کے چہرے کا نور مخلوق کی تا حد نگاہ چیزوں کو جلا ڈالے گا۔[صحیح مسلم (۱۷۹)].

چوتھی دلیل: ﴿لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾

یعنی وہ آسمان وزمین کے اندر پائی جانے والی چیزوں کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی آسمان وزمین میں پائی جانے والی چیز بلکہ ذرہ برابر کا بھی مالک نہیں، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ﴾[سورة سبا(۲۲)].

کہہ دیجیے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب) کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں کوئی اللہ کا مددگار ہے۔

یعنی نہ تو مستقل طور پر کوئی ذرہ برابر کا مالک ہے اور نہ ہی اس کی ملکیت میں کوئی اس کا شریک ہے، اور انسان اس زندگی میں بغیر اللہ تعالیٰ کے مالک بنائے کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا۔

﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ

مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾[سورة آل عمران (٢٦)].

آپ کہہ دیجیے اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اور انسان اس زندگی میں جن چیزوں کا مالک ہوتا ہے اس کا انجام دو میں سے ایک ہونا ضروری ہے، یا تو وہ آدمی اس چیز کو موت کی وجہ سے جدا کر دے گا، یا وہ چیز کسی آفت یا بلا وغیرہ کی وجہ سے اپنے ساتھی کو جدا کر دے گی، جیسے باغ والے جب انہوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ صبح سویرے باغ کا پھل اتار لیں گے اور انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا، تو اسی رات اللہ تعالی کی طرف سے ایک بلا چاروں طرف گھوم گئی اور وہ باغ کٹی ہوئی کھیتی کی مانند ہو گیا، یعنی شام کے وقت وہ قیمتی باغ کے مالک تھے اور صبح کے وقت ان کے پاس کچھ نہ رہا۔

اور ہر وہ چیز جس کا بندہ مالک ہے وہ اس اللہ سبحانہ وتعالی کی جانب سے ہے جو دینے والا، منع کرنے والا، پکڑنے والا، کھولنے والا، پست کرنے والا، بلند

کرنے والا، اور عزت وذلت دینے والا ہے، صرف اسی کا حکم چلتا ہے اور ملک اسی کا ہے۔

عبادت کا مستحق کون؟

اللہ تعالی ہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، کیونکہ وہی مالک ہے جس کے ہاتھ میں دینا، نہ دینا، پستی اور بلندی ہے، اس کے سوا کوئی ذرا بھی عبادت کا مستحق نہیں بلکہ وہ مخلوق ہے، اپنے مالک کے تابع اور اپنے خالق کے زیر تصرف ہے۔

اور جو اس کائنات میں ذرہ برابر کسی چیز کا مستقل طور پر مالک نہ ہو اس کے لئے کسی قسم کی عبادت جائز نہ ہوگی، کیونکہ عبادت عظیم مالک، معزز خالق اور اس کائنات کی تدبیر کرنے والے رب کا حق ہے جس کا کوئی ساجھی وشریک نہیں۔

پانچویں دلیل: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾

یعنی اس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس کسی کو شفاعت کا حق نہیں ہے، کیونکہ وہی حقیقی بادشاہ ہے اور اس کی بادشاہت میں اس کی اجازت کے بغیر کون تصرف کرسکتا ہے؟

شفاعت کس کی ملکیت ہے؟

شفاعت اللہ عزوجل کی ملکیت ہے، جیسا کہ فرمان الہی ہے: ﴿قُل لِّلّٰهِ

الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا﴾[سورة الزمر(٤٤)].

کہہ دیجیے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے۔

لہذا اس کی اجازت کے بغیر نہ شفاعت طلب کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کے فضل واحسان کے بغیر شفاعت حاصل کی جاسکتی ہے، ایک مقام پر ارشاد الہی ہے:

﴿وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾[سورة سبا(٢٣)].

شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے۔

ایک اور مقام پر فرمان الہی ہے:

﴿وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَى﴾[سورة النجم(٢٦)].

اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالی اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لئے چاہے اجازت دے دے۔

اور ہمارے نبی ﷺ کو قیامت کے دن مقام محمود میں شفاعت کا حق

اللہ کی اجازت سے ملے گا، (اللہ تعالی کہے گا) اپنے سر کو اٹھایئے، کہیئے آپ کی بات سنی جائیگی اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

اللہ تعالی کے پاس شفاعت کرنا ہرایک کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی ہر شخص کو شفاعت کا حق ہوگا، بلکہ شفاعت اہل اخلاص اور اہل توحید کے ساتھ خاص ہے اس میں مشرک کا کوئی حق نہیں ہے۔

نبی کی شفاعت سے کون مستفید ہوگا؟

صحیح بخاری میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے رسول!

"مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ: لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَاهُرَيْرَةَ أَنْ لَّا يَسْأَلُنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيْثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَاإِلَهَ إِلَّا اللَّهَ خَالِصًا مِنْ قَلْبِه"

قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت کس کو حاصل ہوگی؟ آپ نے فرمایا: مجھے یقین تھا کہ تم سے پہلے کوئی اس کے بارے میں مجھ سے دریافت نہیں کرے گا، کیونکہ حدیث کے متعلق میں نے تمہاری حرص

دیکھ لی تھی، سنو قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ فیض یاب وہ ہوگا جو سچے دل سے لا الہ الا اللہ کہے گا۔[بخاری(۹۹) کتاب الایمان باب الحرص علی الحدیث].

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ٹکڑا "أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ مَنْ قَالَ لَاإِلَهَ إِلَّا اللَّهُ"

" سب سے زیادہ میری شفاعت سے فیض یاب وہ ہوگا جو لا الہ الا اللہ کہے گا " یہ توحید کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور وہ یہ ہے کہ شفاعت خالص توحید سے حاصل ہوگی اور جس نے توحید کو کامل کیا وہ شفاعت کا زیادہ حقدار ہوگا، اور شرک کی موجودگی میں شفاعت نہیں مل سکتی جیسے مشرکوں کو شفاعت کا حق حاصل نہیں ہے۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا:

"لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِأُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِيْ لَايُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا"

ہر نبی کو ایک مقبول دعا دی گئی ہے، اور ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کر کے

وہ دعا (دنیا ہی میں) مانگ لی ہے اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے چھپا رکھا ہے اور یہ شفاعت ان شاء اللہ تعالی میری امت کے ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے گا۔[صحیح مسلم (۱۹۹)].

اس دلیل میں مشرکین کے اس عقیدہ کا ابطال ہے جو غیر اللہ کی عبادت کے جواز پر قائم ہے، جن کا یہ گمان ہے کہ یہ سب شفاعت کرنے والے مقربین ہیں جو لوگوں کو اللہ تعالی کے قریب کر دیں گے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لاَ يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللّٰهِ﴾[سورة يونس(۱۸)].

اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾[سورة الزمر(۳)].

ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔

اور اس بنیاد پر انہوں نے مردوں اور شجر و حجر وغیرہ کی عبادت، ان سے دعا کرنا، ان کے لئے ذبح ونذر، جلب منفعت اور دفع مضرت اور پریشانیوں کا ازالہ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہوئے طلب کیا کہ یہ ان کی پکار سنتے ہیں، ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، ان کی مانگ پوری کرتے ہیں اور یہ ساری چیزیں شرک اور گمراہی ہیں جو شفاعت کے نام پر پرانے زمانے میں اور آج بھی پائی جا رہی ہیں۔

اور یہاں شفاعت کی تین قسمیں ہیں جسے اہل گمراہ بھول چکے ہیں یا جان بوجھ کر بھلا دئے ہیں، اور وہ (تیسری) یہ ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں ہوسکتی اور اس شخص کے لئے شفاعت ہے جس کے قول وعمل سے اللہ تعالی راضی ہوا اور اللہ تعالی اہل توحید کے سوا کسی سے راضی نہ ہوگا۔

چھٹی دلیل: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾

یعنی اللہ تعالی کا علم ماضی اور مستقبل کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وہ اسے جانتا ہے جو ہو چکا ہے اور اسے بھی جو آئندہ ہوگا، اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، اور ہر چیز کی گنتی کا شمار کر رکھا ہے۔

اور اس کا علم مخلوق کو کیونکر محیط نہ ہو جب کہ وہ ان کا خالق ہے، فرمان الہی

ہے: ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾[الملك (١٤)].

کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا؟ پھر وہ باریک بیں اور باخبر بھی ہو۔

اللہ تعالی کا اپنی مخلوق کو پیدا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا علم اس کی مخلوق کو محیط ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً﴾[سورة الطلاق(١٢)].

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں بھی اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اللہ تعالی نے ہر چیز کو باعتبار علم گھیر رکھا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ملحدین میں سے ایک نے کہا کہ میں آج پیدا کروں گا، اس سے کہا گیا ہمیں بھی دکھاؤ کس طرح پیدا کرو گے؟ اس نے گوشت لیا اور گوشت کو چیر کر اس کے درمیان لید بھر دیا اس کے بعد اسے ایک برتن میں رکھ کر مہر بند کر دیا اور ایک شخص کے حوالے کر دیا اور اس سے کہا کہ تین دن تک اس کی حفاظت کرنا پھر وہ برتن میرے پاس لانا، جب مہر توڑی گئی تو برتن میں کیڑے بھرے

ہوئے تھے، اس نے کہا دیکھا اسے میں نے پیدا کیا ہے، بعض حاضرین نے کہا: ان کی تعداد کتنی ہے؟ وہ نہ بتا سکا، اس کے بعد پوچھا اس میں کتنے مذکر اور کتنے مؤنث ہیں؟ اور کیا تم انہیں روزی پہنچاتے ہو؟ وہ کوئی جواب نہ دے سکا، اس کے بعد اس سے کہا کہ خالق تو وہ ہے جو اپنی مخلوق کی تعداد کو جانتا ہے اور مذکر کتنے ہیں اور مؤنث کتنے ہیں اسے بھی جانتا ہے اور انہیں روزی دیتا ہے اور ان کی مدت بقاء وفنا بھی جانتا ہے، یہ دیکھ کر ملحد ہکا بکا رہ گیا۔

اور مجھے یاد آرہا ہے کہ ایک اسلامی ملک کے طلبہ کے سامنے میں نے یہ فائدہ ذکر کیا تو وہ جواب سن کر بھونچکے رہ گئے اور کہنے لگے کہ اتنی عظیم حجت ہم سے کیسے غائب رہی، اور بعض نے ذکر کیا کہ کچھ کمیونسٹ کلاسوں میں اس قسم کے شبہات پیش کرتے تھے خصوصا ابتدائی مراحل میں وہ مسلمان طلبہ کے ذہنوں کو الجھن میں ڈال دیتے تھے، اور کہنے لگا میرے سامنے بھی ایسا ہوا اور وہ اس جواب کو عظیم جواب سمجھنے لگا اور اس کی عظمت کا قائل ہوگیا۔

بہرحال اللہ تعالی کے لئے وجوب توحید اور اس کے لئے دین کو خالص کرنے کے دلائل میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالی کا علم مخلوق کو شامل اور محیط ہے، فرمان الہی ہے:

﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ﴾[سورۃ سبا(۳)].

اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز کھلی کتاب میں موجود ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے عقائد کو باطل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَم بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾[سورۃ الرعد(۳۳)].

ان لوگوں نے اللہ کے شریک ٹھہرائے ہیں، کہہ دیجیے ذرا ان کے نام تو لو، کیا تم اللہ کو وہ باتیں بتاتے ہو جو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں، یا صرف اوپری اوپری باتیں بتا رہے ہو، بات اصل یہ ہے کہ کفر کرنے والوں کے لئے ان کے مکر سجا دیئے گئے ہیں اور وہ صحیح راہ سے روک دیئے گئے ہیں اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔

☆☆☆

ساتویں اور آٹھویں دلیل: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾

اس میں مخلوق کی عاجزی اور اس کی کوتاہ علمی اور اس کے علم کی ایک حد کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ اسے بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴾[سورة الإسراء(٨٥)].

اور تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔

اور ابتدا میں جب یہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو کچھ بھی نہیں جانتا، ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئاً ﴾ [سورةالنحل(٧٨)].

اللہ تعالی نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔

اور اس کا (مخلوق) کا علم کمزوری اور پژمردگی کا شکار ہوتا ہے، اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

﴿وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾[سورةالنحل(٧٠)].

تم میں ایسے بھی ہیں جو بدترین عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے بوجھنے کے بعد بھی نہ جانیں۔

اور اس دوران کمی اور بھول کا بھی شکار ہوتا ہے، رب ذوالجلال کا فرمان ہے:﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْماً﴾

[سورۃ طه(١١٥)].

ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دے دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔

اور حدیث میں یوں آیا ہے:" نَسِيَ آدَمُ وَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ"

آدم کو بھی سہو ہوا اور ان کی ذریت بھی بھول سے دوچار ہوئی۔[سنن ترمذی أبواب تفسیر القرآن، باب...(٣٣٦٨)].

اور جو بھی علم ان (آدم) کے پاس ہے سب اللہ عزوجل کا سکھایا ہوا ہے، حکایت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾[سورۃ البقرۃ(٣٢)].

ان سب نے کہا اے اللہ تیری ذات پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے۔

سورۂ علق میں فرمایا:

﴿الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ☆ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾

[سورۃالعلق(٣-٤)].

جس نے قلم کے ذریعہ (علم) سکھایا، جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ ☆ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾[سورۃالرحمن(٣-٤)].

اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔

اور دعاء ماثور میں وارد ہے: "اللَّهُمَّ عَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي"

اے اللہ مجھے نفع بخش علم عطا فرما۔[مسند بزار(١٤٩٤)].

بندے کو علم کا کوئی بھی حصہ حاصل نہیں ہوسکتا، مگر جب اللہ تعالی اس کی توفیق دے اور اس کے لئے آسانی پیدا فرمائے۔

اور اللہ تعالی کے قول﴿إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ میں توحید کی ایک اور دلیل ہے، تو سارے امور اللہ کی مشیت سے انجام پاتے ہیں جو اللہ تعالی چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا اور اللہ تعالی کے علاوہ نہ کوئی حرکت ہے اور نہ قوت۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا شِئْتَ كَانَ وَإِن لَّمْ أَشَأْ وَمَا شِئْتُ إِن لَّمْ تَشَأْ لَمْ يَكُنْ

خَلَقْتَ الْعِبَادَ عَلَى مَا عَلِمْتَ وَفِي الْعِلْمِ يَجْرِي الْفَتَى وَالْمُسِنُ

عَلَى ذَا مَنَنْتَ وَهَذَا خَذَلْتَ وَهَذَا أَعَنْتَ وَذَا لَمْ تُعِنْ

فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَمِنْهُمْ سَعِيدٌ وَمِنْهُمْ قَبِيحٌ وَمِنْهُمْ حَسَنْ

تو جو چاہے وہی ہوگا اگر چہ میں نہ چاہوں، اور جو میں چاہوں وہ نہیں ہوگا اگر تو نہ چاہے۔

تو نے بندوں کو اپنے علم کی بنیاد پر پیدا کیا ہے اور نوجوان اور عمر رسیدہ تیرے علم کے مطابق چل رہے ہیں۔

تو نے اِس پر احسان کیا اور اُسے رسوا کیا، اِس کی تو نے مدد کی اور اُس کی مدد چھوڑ دی۔

ان میں کچھ بد بخت اور کچھ نیک بخت ہیں اور ان میں کچھ برے تو کچھ اچھے ہیں۔

نویں دلیل: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ﴾

اللہ تعالی کی مخلوقات میں سے کرسی ایک عظیم مخلوق ہے، اس کی وسعت، عظیم خلقت اور اس کا رقبہ بڑا ہونے کی وجہ سے اللہ تعالی نے اس کی صفت یوں بیان کی ہے کہ وہ آسمان اور زمین کو محیط ہے، اور اس کی طرف آسمان وزمین کی

نسبت ایک کمزور سی نسبت ہے، جیسے عرش کی طرف اس (کرسی) کی نسبت ایک کمزور قسم کی نسبت شمار کی جاتی ہے جس کی وضاحت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے، ابو ہریرہ کہتے ہیں، میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو تنہا دیکھا، آپ کے پاس میں بیٹھ گیا، میں نے سوال کیا اے اللہ کے رسول! آپ کے اوپر نازل کی گئی آیتوں میں کون سی آیت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: آیۃ الکرسی، آسمان وزمین کرسی میں ایسے ہی ہیں جیسے چٹیل میدان میں چھلا، اور یہ حدیث اس آیت کی تفسیر اور بیان ہے تاکہ بندہ آسمان وزمین کا مقارنہ کرتے ہوئے اس عظیم مخلوق میں غور وتدبر کرے، اور کرسی اور عرش کے درمیان مقارنہ کرتے ہوئے کرسی کی حقارت کو بیان کیا، غور کریں کیا جنگل میں پڑا ہوا چھوٹا سا چھلا جنگل کے برابر ہوسکتا ہے؟ تو عرش کی طرف نسبت کرتے ہوئے کرسی ایسے ہی ہے جیسے جنگل کی بنسبت چھلا اور آسمان وزمین کرسی کی بنسبت اسی طرح ہیں یعنی چھلا کے مانند ہیں۔

اور جب تم اس زمین کے بارے میں غور وفکر کروگے جس پر تم چلتے ہو، جس کا پہاڑوں نے احاطہ کر رکھا ہے، کیا وہ عام زمین کی برابری کر سکتی ہے یا پھر ساری موجودہ زمینوں کے مساوی ہوسکتی ہے یا وہ آسمان کے برابر ہوسکتی ہے، پھر

کیا یہ (زمین) اس کرسی کی برابری کرسکتی ہے جو آسمان وزمین کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور کیا یہ کرسی عرش عظیم کی برابری کرسکتی ہے؟ سمندر کے پانی کا اندازہ اس کے اندر زندگی گزارنے والی مخلوق سے لگایا جاسکتا ہے اور اس غور وفکر کے ذریعہ اللہ عزوجل کی اس مخلوق کی عظمت کا ادراک کیا جاسکتا ہے جو اپنے خالق اور ایجاد کرنے والے کی عظمت پر دلالت کرتی ہے، اور حدیث میں ہے:

"تَفَكَّرُوا فِي آلَاءِ اللَّهِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي اللَّهِ"

تم اللہ کی نعمتوں کے بارے میں غور وفکر کرو اور اللہ کے بارے میں غور وفکر نہ کرو۔ [العظمۃ لأبی الشیخ الأصبہانی (ص۲۱۰)].

اور یہ غور وتدبر قابل مبارکباد ہے، کیونکہ یہ ایجاد کرنے والے کی عظمت اور خالق کے کمال اور اس کی کبریائی وبلندی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اسی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہاں پر کرسی کا ذکر اللہ عزوجل کے علو اور اسی کی عظمت کی تمہید کے لئے آیا ہے اور وہ اس آیت کے اختتام پر وارد ہے۔

اور جب مسلمان کو رب کی عظمت کا ادراک ہوجائے گا تو وہ اپنے رب کے لئے جھک جائے گا اور صرف اسی کی عبادت کرے گا اور یہ اعتقاد رکھے گا کہ صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور اسے یہ معلوم ہوجائے گا کہ مشرکوں نے رب

عظیم کی جیسی قدر کرنی چاہیئے تھی نہیں کی، جیسا کہ فرمان رب ذوالجلال ہے:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعاً قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾[سورۃالزمر(٦٧)].

اور ان لوگوں نے جیسی اللہ تعالی کی قدر کرنی چاہیئے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَاراً ☆ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَاراً ☆ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقاً ☆ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُوراً وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجاً ☆ وَاللَّهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتاً ☆ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجاً ☆وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطاً ☆ لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلاً فِجَاجاً ﴾[سورۃنوح(١٣–٢٠)].

تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے حالانکہ اس نے

تمہیں طرح طرح سے پیدا کیا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالی نے اوپر تلے کس طرح سات آسمان پیدا کر دیئے ہیں، اور ان میں چاند کو خوب جگمگاتا بنایا ہے اور سورج کو روشن چراغ بنایا ہے، اور تم کو زمین سے ایک (خاص اہتمام سے) اگایا ہے (اور پیدا کیا ہے) پھر تمہیں اسی میں لوٹا لے جائے گا اور (ایک خاص طریقہ) سے پھر نکالے گا، اور تمہارے لئے زمین کو اللہ تعالی نے فرش بنا دیا ہے تا کہ تم اس کی کشادہ راہوں میں چلو پھرو۔

ان مشرکین کی عقلیں کہاں غائب ہو گئیں کہ انہوں نے عاجزی، انکساری ،امید، خوف وڈر، محبت اور طمع کو کمزور مخلوق اور ذلیل کائنات کی طرف پھیر دیا، جو اپنے لئے بھی ذرہ برابر نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں، چہ جائے کہ وہ غیر کے لئے نفع ونقصان کے مالک ہوں اور انہوں نے عاجزی، انکساری اور خشوع وخضوع کو اس عظیم رب اور عظیم خالق کے لئے خاص نہ کیا، اللہ اس سے برتر ہے جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالی پاک ہے جن چیزوں میں وہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

☆☆☆

دسویں دلیل: ﴿وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا﴾

اس میں بھی اللہ تعالی کی عظمت اور اس کے کمال قدرت وطاقت کا بیان ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں پائی جانے والی نفی نفی محض نہیں ہوتی، بلکہ یہ ایسی نفی ہے جو منفی کی ضد کے کمال ثبوت کو متضمن ہے، اس کا قول ﴿وَلَا يَئُودُهُ﴾ یعنی نہ اسے بوجھل کرتی ہے اور نہ تھکاتی ہے، ﴿حِفْظُهُمَا﴾ یعنی آسمان وزمین کی حفاظت، اور اس میں اس کی کمال قوت وطاقت کا اثبات ہے اور یہ کہ اللہ تعالی حفاظت کرنے والا ہے، وہ آسمان وزمین کی حفاظت کرتا ہے، جیسا کہ سورۂ فاطر میں فرمان الہی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا﴾[سورۃفاطر(۴۱)].

یقینی بات ہے کہ اللہ تعالی آسمانوں اور زمینوں کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا وہ حلیم (بردبار) غفور (بخشنہار) ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَن تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ﴾[سورۃالروم(۲۵)].

اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان وزمین اسی کے حکم سے قائم ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کا ثبوت ہے کہ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے ،آسمان وزمین کا ٹھہرنا اس کی اجازت سے ہے اوران کی حفاظت مشیت الٰہی سے ہے اور وہ اپنی طاقت وقدرت سے اسے تھامے ہوئے ہے، پس مخلوق ہر طرح سے اس کی محتاج ہے، اللہ کی حفاظت کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں، اور یہ وجوب توحید باری تعالی ، اس کے لئے دین کو خالص کرنا اور شریک وہمسر بنانے سے برأت ظاہر کرنے پر واضح دلیل ہے،اور کمزور مخلوق اور ذلیل بندے کو عظیم رب اور خالق کا شریک نہیں بنایا جاسکتا ہے، (غور کریں کہ) جس کی حفاظت کی جائے وہ حفاظت کرنے والے کا ہمسر کس طرح بن سکتا ہے؟ اور ذلیل وفقیر اور ہر طرح سے محتاج بے کس قابل تعریف اور بے نیاز رب کا ساجھی کس طرح ہوسکتا ہے، اللہ تعالی ان چیزوں سے برتر ہے جن چیزوں میں وہ اسے شریک کرتے ہیں۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ انتہائی جہالت اور ظلم ہے، مٹی رب کے برابر کیسے ہوسکتی ہے اور غلام گردنوں کے مالک (آقا) کی برابری کیسے کرسکتا ہے، اور وہ فقیر جو بذات خود کمزور، عاجز ودرماندہ ہے، جس کی ذات میں عدم کے سوا کچھ نہیں وہ اس ذات کی برابری کیسے کرسکتا ہے جو بذات خود بے نیاز اور قادر مطلق

ہے، جس کے لوازم ذات میں سے بے نیازی، قدرت، ملکیت، سخاوت، احسان، علم، رحمت اور کمال ہے، تو کون سا ظلم اس سے قبیح ہوگا اور کون سی زیادتی اس سے بڑھ کر ہوگی کہ اس کی مخلوق کو اس کے برابر لا کھڑا کر دیا، جو اس کی کبھی بھی برابری نہیں کرسکتی، فرمان رب ذوالجلال ہے:

﴿ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا بِرَبِّهِم يَعْدِلُونَ ﴾

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا پھر بھی کافر لوگ (غیر اللہ کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

مشرک نے اس ذات کو جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا، روشنی اور اندھیرا بنایا اس کے بالمقابل کر دیا جو اپنے اور غیر کے لئے ذرا بھی کسی چیز کا مالک نہیں، خواہ وہ چیزیں آسمان میں ہوں یا زمین میں، افسوس ہے اس شخص پر جس نے ظلم اکبر اور حد سے زیادہ برے فعل کا ارتکاب کیا۔[الجواب الکافی (ص۱۵۶)].

گیارہویں اور بارہویں دلیل: ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾

یہ دونوں (علی اور عظیم) توحید کے دلائل میں سے ہیں اور اللہ تعالی اپنی

مخلوق پر بلندی اور کمال عظمت کی وجہ سے تنہا عبادت کا مستحق ہے۔

اور اللہ تعالی کے قول:﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ﴾ میں﴿ال﴾ استغراق کا ہے تو یہ بلندی کے سارے معانی یعنی ذات، غلبہ اور مقام ومرتبہ کی بلندی کو شامل ہوگا۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَلَهُ الْعُلُوُّ مِنَ الْوُجُوهِ جَمِيعِهَا ذَاتاً وَقَهْرًا مَعَ عُلُوِّ الشأنِ

علوشان کے ساتھ ساتھ تمام وجوہات سے بلندی اسی کے لئے ہے، خواہ وہ ذات کے اعتبار سے ہو یا غلبہ اور مقام ومرتبہ کے اعتبار سے ہو۔

تو اللہ عزوجل اپنی ذات کے اعتبار سے اپنی مخلوق کے اوپر ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾

اور غلبہ کے اعتبار سے بلند ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾[سورة الأنعام(١٨)].

اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے۔

اور مقام ومنزلت کے اعتبار سے بلند ہے جیسا کہ فرمان رب ذوالجلال ہے:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾[سورة الزمر(٦٧)].

اوران لوگوں نے جیسی اللہ تعالی کی قدر کرنی چاہیئے تھی نہیں کی۔

اور یہ شرک کے بطلان اور توحید کی دلائل میں سے عظیم دلیل ہے، یہی وجہ ہے کہ دوسری آیت میں فرمان الٰہی ہے:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾[سورة الحج(٦٢)].

یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بیشک اللہ ہی بلندی و کبریائی والا ہے۔

اور اللہ تعالی کا قول ﴿الْعَظِيمُ﴾ اس میں اس کی عظمت کا اثبات ہے اور یہ کہ کوئی چیز اس سے بڑی نہیں ہے، اور مخلوق کتنے ہی اونچے مقام پر فائز ہو جائے وہ حقیر ہی ہوگی، اس کی عظمت کا مقارنہ اس ذات سے نہیں کیا جا سکتا جس نے اسے پیدا کیا اور عدم سے وجود بخشا۔

کبریائی اور بڑائی کا حقدار صرف اللہ ہے

حدیث قدسی میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

"الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِّنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ"

کبریائی میری چادر اور بڑائی میرا ازار ہے ،لہذا جو شخص ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک بھی چیز میں مجھ سے جھگڑا کرے گا تو میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔[مسند أحمد (۹۳۵۹) اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ (۵۴۰) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔].

اور اس نام سے متعلق عبودیت میں سے یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی تعظیم کرے، اس کے سامنے عاجزی ظاہر کرے، اس کی عظمت کے آگے خم ہو جائے، صرف اور صرف اسی کے سامنے خشوع وخضوع اور ذلت وپستی ظاہر کرے، شیطان نے ایک قوم کے ساتھ مکر وفریب کیا اور انہوں نے اسے قبول کر لیا تو وہ واضح طور پر شرک میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالی کی تعظیم کی طرح غیر اللہ کی تعظیم کرنا شروع کر دیا، ان کا کہنا تھا کہ اللہ تعالی کے شایان شان یہ بات نہیں ہے کہ واسطوں ،شفارش کرنے والوں اور مقرب معبود کے بغیر اس کا تقرب حاصل کیا جائے، دراصل باطل پرستوں کے باطل نظریوں کی ترویج اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ اسے حق کے قالب میں نہ ڈھال لیا جائے۔

جہمیہ صفات کے منکر ہیں

عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس اس بات کا

تذکرہ کیا گیا کہ جہمیہ صفات کی حدیثوں کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے کہیں زیادہ بڑا ہے کہ اسے ان جیسی چیزوں سے متصف کیا جائے، یہ سن کر عبدالرحمٰن نے کہا: ایک قوم تعظیم کے ناحیہ سے ہلاکت کے عمیق غار میں چلی گئی، ان کا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان یہ بات نہیں کہ وہ کتاب نازل کرے یا رسول بھیجے، اس کے بعد اس آیت کریمہ کی تلاوت کی:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنزَلَ اللّٰهُ عَلَى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ﴾[سورة الأنعام(٩١)].

اور ان لوگوں نے اللہ کی جیسی قدر کرنا واجب تھی ویسی قدر نہ کی جب کہ یوں کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔

اس کے بعد فرمایا: مجوس کی ہلاکت کا سبب تعظیم ہی تھا، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے کہیں زیادہ بڑا ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں، لیکن ہم اس کی عبادت کریں گے جو ہم سے اس کے زیادہ قریب ہے، چنانچہ انہوں نے سورج کی پوجا شروع کردی اور اس کے سامنے سربسجود ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل کی:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾[سورة الزمر(٣)].

ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبے تک ہماری رسائی کروادیں۔

اللہ عزوجل کے ساتھ ان کا یہ گمان فاسد ہے جس کی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا ہوگئے اور انہوں نے اللہ تعالی کا شریک بنالیا ان کا شفارشی اور واسطہ بنانا اس گمان کے تحت تھا کہ وہ اللہ تعالی کی تعظیم کررہے ہیں حالانکہ اگر وہ اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھتے تو کما حقہ اس کی وحدانیت کے اقراری ہوتے۔

اللہ تعالی کے ساتھ بدگمانی کرنا عظیم ترین گناہ ہے

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات واضح ہوگئی تو یہاں پر ایک عظیم اصل ہے جو مسئلہ کے راز کو کھول دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک عظیم ترین گناہوں میں سے اس کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے کیونکہ اس کے ساتھ بدگمانی کرنے والا اس کے مقدس کمال کے خلاف گمان کرتا ہے، اور ایسا گمان کرتا ہے جو اس کے اسماء وصفات کے ساتھ متناقض ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے ساتھ بدگمانی کرنے والوں کے لئے ایسی سخت دھمکی دی ہے جیسی کسی اور کو نہیں دی، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ ٱلسَّوۡءِ وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِمۡ وَلَعَنَهُمۡ وَأَعَدَّ لَهُمۡ

جَهَنَّمَ وَسَاءَ تْ مَصِيراً﴾[سورۃالفتح(٦)].

انہیں پر برائی کا پھیرا ہے، اللہ ان پر ناراض ہوا اور انہیں لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

اور جس نے اللہ تعالی کی بعض صفات کا انکار کیا اس کے بارے میں فرمایا:

﴿وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنتُم بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ﴾[سورۃفصلت(٢٣)].

تمہاری اس بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم زیاکاروں میں ہو گئے۔

اور اللہ تعالی ابراہیم علیہ السلام کی حکایت بیان کر رہا ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿مَاذَا تَعْبُدُونَ ☆ أَئِفْكاً آلِهَةً دُونَ اللَّهِ تُرِيدُونَ ☆ فَمَا ظَنُّكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾[سورۃ الصافات(٨٥-٨٧)].

تم کیا پوج رہے ہو؟ تو یہ (بتلاؤ کہ) تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے؟

یعنی جب تم اس کے غیر کی عبادت کرتے ہو اور تمہاری اس سے ملاقات

ہوگی تو وہ تمہیں کیسا بدلہ دے گا؟ اور جب تم نے اس کے ساتھ غیر کی بھی عبادت کی ہے تو اس کے ساتھ تمہارا گمان کیسا ہے؟ اور تم نے اس کے اسماء وصفات اور اس کی ربوبیت میں ناقص گمان کیوں کیا جس کی وجہ سے تمہیں غیر اللہ کی عبادت کی حاجت پڑ گئی؟ کاش تم اس کے ساتھ ویسا ہی گمان کرتے جیسا ہونا چاہیے، اور وہ یہ کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے، ہر شی سے بے نیاز ہے، ہر شی اس کی محتاج ہے، وہ اپنی مخلوق کے ساتھ منصف ہے، اپنی مخلوق کی تدبیر کرنے میں وہ اکیلا ہے، اپنے غیر کو وہ اس میں شریک نہیں کرتا، ساری چیزوں کے بارے میں خبر رکھتا ہے، اس کی مخلوق کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے، وہ ان کے لئے اکیلا کافی ہے، کسی معین ومددگار کی اسے حاجت نہیں اور وہ بذات خود مہربان ہے، اس کی رحمت اس بات کی حاجت مند نہیں ہے کہ کوئی شخص اس سے رحمت کی بھیک مانگے، برخلاف بادشاہوں اور رؤساء کے کیونکہ انہیں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی پرجا کے احوال وکوائف کے بارے میں معلومات فراہم کرے اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل میں ان کی مدد کرے اور ان کے لئے رحمت کا خواستگار ہو اور ان کے لئے شفاعت طلب کرے، تو یہ سب واسطوں کے محتاج ہیں اور یہ ان کی ضرورت ہے، کیونکہ یہ کمزور، عاجز ودرماندہ ہیں، لیکن جو ہر شی پر قادر ہو، بذات خود ہر چیز سے

بے نیاز ہو، ہر چیز کی خبر رکھتا ہو، ایسا مہربان ورحیم ہو کہ اس کی رحمت ہر چیز کو وسیع ہو، تو اس کے اور مخلوق کے بیچ واسطوں کا لانا اس کی ربوبیت، الوہیت اور اس کی توحید کے منافی اور اس کے ساتھ بدگمانی کے قبیل سے ہوگی، لہذا یہ محال ہوگا کہ وہ اس کی اجازت دے اور یہ چیز عقل وفطرت سے بھی میل نہیں کھاتی اور اس کی برائی صاحب بصیرت سے مخفی نہیں ہے۔

اس کی وضاحت کچھ اس طرح سے بھی ہوسکتی ہے کہ عابد معبود کی تعظیم کرتا ہے، وہ اس کے سامنے عاجز ودرماندہ ہوتا ہے، اور رب تنہا کمالِ تعظیم، عزت ،عبادت اور خشوع وخضوع کا مستحق ہے، تو یہ سب سے بڑا ظلم ہوگا کہ وہ اپنا حق غیر کو سونپ دے، یا اپنے اور غیر کے درمیان مشترک کر لے خصوصا اس موقع پر جب اس کا شریک اس کا بندہ اور غلام ہو، جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

﴿ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِنْ أَنفُسِكُمْ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾

اللہ تعالی نے تمہارے لئے ایک مثال خود تمہاری ہی بیان فرمائی، جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کیا اس میں تمہارے غلاموں میں سے بھی کوئی تمہارا شریک ہے؟ کہ تم اور وہ اس میں برابر درجے کے ہو؟ اور تم ان کا ایسا خطرہ رکھتے ہو جیسا

خود اپنوں کا، ہم عقل رکھنے والوں کے لئے اسی طرح کھول کھول کر آیتیں بیان کر دیتے ہیں۔

یعنی جب تمہیں یہ بات ناپسند ہے کہ تمہارا خادم اور غلام تمہاری روزی میں تمہارا شریک بنے، تو تم کس طرح سے میرے بندوں کو میرا شریک گردانتے ہو جب کہ میں ایسا اکیلا معبود ہوں جس کے علاوہ کے لئے عبادت نہ تو جائز ہے اور نہ مناسب؟

لہذا جس نے ایسا گمان کیا اس نے نہ تو کما حقہ میری قدر کی اور نہ ہی کما حقہ تعظیم، اور نہ ہی اس نے مجھے اپنی مخلوق سے الگ مانا، جب کہ میں مخلوق سے ورے تنہا ہوں، پس جس نے میرے ساتھ غیر کی عبادت کی اس نے کما حقہ میری قدر نہ کی، فرمان باری تعالی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَاباً وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئاً لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ☆مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴾[سورۃالحج(٧٣-٧٤)].

لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے، ذرا کان لگا کر سن لو، اللہ کے سوا جن

جن کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے، گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے، انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں، اللہ تعالی بڑا ہی زور و قوت والا اور غالب و زبردست ہے۔

تو جس نے اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کی، جو چھوٹے، کمزور اور حقیر حیوان پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور اگر مکھی ان سے کچھ لے کر بھاگے تو اسے چھڑانے کی بھی سکت نہیں رکھتے، اس نے کما حقہ اللہ تعالی کی قدر نہ کی۔

ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعاً قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

[سورۃ الزمر (٦٧)].

اور ان لوگوں نے جیسی اللہ تعالی کی قدر کرنی چاہیئے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک

بنائیں۔

تو اس شخص نے اس ذات جس کی شان اور عظمت کا یہ عالم ہے کی کما حقہ قدر نہ کی، جس نے اللہ تعالی کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کیا، جو ان میں سے کسی چیز کا مالک نہیں، بلکہ وہ سب سے زیادہ عاجز اور کمزور ترین ہے، لہذا اس شخص نے طاقتور اور غالب کی ویسی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق ہے جس نے اس کے ساتھ کمزور اور ذلیل شی کو شریک کیا۔[الجواب الکافی (ص۱۶۲-۱۶۴)].

تو یہ تھے توحید کے بارہ دلائل جن کے اثبات اور اس بات کی وضاحت پر یہ آیت کریمہ مشتمل ہے کہ اللہ عزوجل ہی تنہا معبود ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے ،اس کے سوا نہ تو کوئی حقیقی الہ ہے اور نہ ہی کوئی حقیقی معبود۔

اور ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ رات ودن بار بار اس آیت کریمہ کے بارے میں غور وتدبر کرے، اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور اس کا ہمسر بنانے سے بری ہو کر اخلاص اور توحید کو بجالائے، رب کریم کے پیارے پیارے ناموں اور اس کی عظیم صفات کو ثابت کرے۔

آیۃ الکرسی میں اللہ تعالی کے نام اور اس کی صفات

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل کے پانچ حسین وجمیل نام اور بیس سے

زائد صفات ہیں جو رب کی اکملیت ،اس کے جمال وجلال اور عظمت و کبریائی پر دلالت کرتی ہیں، جس کی کبریائی کے آگے سارے چہرے جھکے ہوئے ،آوازیں پست، دل خوفزدہ اور گردنیں خم ہیں، اور اس آیت کریمہ کے اندر غور وتدبر کرنے والے کے لئے دنیا وآخرت دونوں میں عظیم نفع اور خیر کا دریا ہے۔

میں کہتا ہوں ان لوگوں کی عقلیں کہاں چلی گئیں جو غور وتدبر کے ساتھ اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں ساتھ ہی ساتھ وہ قبروں کی تعظیم ،اس پر جم گھٹ لگانے اور اس کے سامنے خشوع وخضوع کرنے ،نذر ونیاز پیش کرنے اور جانور قربان کرنے ،ان سے فریاد رسی کرنے اور ایسی تعظیم کرنے میں مبتلا ہیں جو صرف آسمان وزمین کے رب کے شایان شان ہے، بلاشبہ قبر پرستوں کے حرکات وسکنات تعجب خیز ہیں۔

قبر پرستوں کی کہانی علامہ ابن القیم کی زبانی

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ ان قبر پرستوں کو دیکھ لیتے جو غلو ومبالغہ کرتے ہوئے قبروں کو عیدگاہ بناہ لیتے ہیں!! ان کا عالم یہ ہوتا ہے کہ جب دور ہی سے قبروں پر نظر پڑتی ہے تو وہ سواریوں سے اتر جاتے ہیں، ان قبروں پر اپنی پیشانی جھکاتے ہیں، زمین کا بوسہ لیتے ہیں، (عاجزی وانکساری ظاہر کرنے

کے لئے) سروں کو کھول لیتے ہیں، زورزور سے چیخ وپکار کرتے ہیں، اتنی بلند آواز سے روتے ہیں کہ ہچکیاں بندھ جاتی ہیں اور (افسوس صد افسوس!) یہ اپنے اس فعل پر حاجیوں سے بڑھ کر ثواب کی امید رکھتے ہیں، یہ ایسی ذات سے فریادرسی کے طلب گار ہوتے ہیں جن کے اندر ایجاد واعادہ کی صلاحیت مفقود ہے، یہ دور سے ندا لگاتے ہیں اور قبر کے پاس جب پہنچتے ہیں تو دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں اور یہ اپنے اس خام خیالی میں ہوتے ہیں کہ ان کی یہ دو رکعت نماز قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے افضل اور اس سے زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے، ہم انہیں قبروں کے پاس رکوع وسجدے کی حالت میں پڑے ہوئے دیکھ رہے ہیں، یہ مردے کے فضل اور اس کی رضا کے طلبگار ہوتے ہیں، حالانکہ ناکامی ونامرادی کے سوا کچھ ان کے ہاتھ نہیں آتی، غیر اللہ بلکہ شیطان کے لئے آنسو بہائے جاتے ہیں، آوازیں لگائی جاتی ہیں، میت سے جلب منفعت اور دفع مضرت کے طلبگار ہوتے ہیں، مردے سے فقر وفاقہ کا ازالہ اور مریضوں کی شفایابی طلب کی جاتی ہے، اس کے بعد بیت اللہ الحرام کی طرح قبر کا طواف کیا جاتا ہے، جب کہ بیت اللہ کو اللہ تعالی نے مبارک اور ساری دنیا کے لئے باعث ہدایت بنایا ہے، اس کے بعد قبروں کا بوسہ لیا جاتا ہے اور (حصول برکت کے لئے) اس پر ہاتھ رکھے جاتے ہیں، کیا آپ نے حجر اسود

دیکھا ہے؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ حجاج کرام حجر اسود کے ساتھ کیسا معاملہ کرتے ہیں؟ جب کہ قبوری حضرات قبروں کے پاس اپنی پیشانیوں اور رخساروں کو رگڑتے ہیں حالانکہ اللہ تعالی شاہد ہے کہ یہ لوگ (اللہ تعالی کو) سجدہ کرنے میں ایسا نہیں کرتے، اس کے بعد قبر پرست حضرات سر منڈوا کر، یا بال کتروا کر حج قبر کی تکمیل کرتے ہیں، اور اس بت پرستی کے کام کو کار خیر سمجھ کر خوش ہوتے ہیں، جب کہ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالی کے یہاں کوئی حصہ نہیں ہے، یہ قبر پرست حضرات ان بتوں کی قربت ڈھونڈتے ہیں، ان کی نماز، ان کے ذبیحے اور قربانیاں غیر اللہ کے لئے ہیں، اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ آپ انہیں دیکھیں گے کہ یہ اس قبر پرستی پر ایک دوسرے کو مبارک بادی بھی پیش کرتے ہیں، بعض بعض سے کہتا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اور تمہیں اجر کثیر اور حظ وافر عطا کرے، اور جب یہ قبر کا حج کر کے واپس آتے ہیں تو غالی قسم کے لوگ جو قبر پرستی کے لئے نہ جا سکے تھے اس سے کہتے ہیں کیا آپ اپنے قبر والے حج کا ثواب ہمارے بیت اللہ الحرام کے حج کے بدلے دے سکتے ہیں؟ تو وہ کہے گا نہیں اگر چہ آپ اپنے ہر حج (بیت اللہ) کا ثواب ہمیں عطا کریں!

یہ ایک چھوٹی سی حکایت تھی جسے ہم نے ذکر کیا، اس سے زیادہ ہم نہ تو بیان

کریں گے اور نہ ہی قبر پرستوں اور بدعتیوں کی گمراہیوں اور ضلالتوں کا احاطہ مقصود ہے، کیونکہ وہ ہمارے خیالات اور وہم وگمان سے بالکل الگ تھلگ ہیں۔

ان بھٹکے اور گمراہوں کی عقلیں کہاں چلی گئیں، ہائے اللہ! بڑی تعجب خیز بات ہے کہ انہوں نے اپنے جیسے بندوں کی تعظیم اور عبادت شروع کردی اور عظیم پروردگار کو بھول بیٹھے، جب کہ رب ذوالجلال فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ [سورۃ الأعراف(١٩٤)].

واقعی تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں، سو تم ان کو پکارو پھر ان کو چاہیئے کہ تمہارا کہنا کردیں اگر تم سچے ہو۔

اور جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں یا شرک کرتے ہیں اللہ تعالی کی ذات اس سے برتر اور پاکیزہ ہے۔

تو یہ اس آیت کریمہ (آیۃ الکرسی) میں تدبر اور اس کی عظیم دلالتوں میں غور وفکر کی دعوت ہے، تاکہ اس آیت کریمہ میں موجودہ دلائل وبراہین کے ذریعہ اخلاص، توحید اور شرک سے بیزاری کا تحقق ہوسکے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی ہدایت کی توفیق ارزانی عطا فرما اور ہمارے عمل کو اپنی

رضا بنالے اور ہمارے قول وعمل میں اخلاص پیدا فرما، بیشک تو دعاؤں کو سننے والا ہے، تیری ہی ذات سے امید وابستہ کی جاسکتی ہے اور تو ہمیں کافی ہے اور تو ہی ہمارا کارساز ہے، اور ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کے آل واصحاب پر درود وسلام نازل ہوں۔

فہرس

عناوین	صفحات

عناوین	صفحات

مکتب دعوت وارشاد سلی سے مترجم کی دیگر شائع شدہ کتابیں

۱۔ چند متروکہ سنتوں پر عمل کرنے کی وصیت (اردو) ترجمہ

۲۔ شیطان کی انسان دشمنی انتباہ اور بچاؤ (اردو) ترجمہ

۳۔ نماز چھوڑنے والے کا حکم (اردو) ترجمہ

۴۔ شہہ پارے (اردو) جمع وترتیب از فتاوی بن باز

۵۔ خطروں سے آگاہی (اردو) ترجمہ

۶۔ آیۃ الکرسی اور دلائل توحید (اردو) ترجمہ

۷۔ ہمارے سنگ یاترا کیجیے (ہندی) ترجمہ

۸۔ نماز چھوڑنے والے کا حکم (ہندی) ترجمہ

۹۔ قربانی کے احکام (ہندی) تالیف